ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور پاکستان
مفلس

بیادگار
مولانا مفتی محمود

24/33

"رجم کی شرعی حیثیت"

سیر حاصل بحث

قاری غلام نبی آف کوئٹہ انتقال فرما گئے

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسہ

شمارہ
۳۳

۱۳ر شوال تا ۱۹ر شوال ۱۴۰۱ھ
۱۴ر اگست تا ۲۱ر اگست ۱۹۸۱ء

نعت

بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یادِ محبوبِ خدا جس وقت آتی ہے مجھے
رُوح کی تسکین کا منظر دکھاتی ہے مجھے

میں بہت ممنون ہُوں تیرا نسیمِ خوش خرام
تو پیامِ مصطفیٰ آ کر سُناتی ہے مجھے

گونجتی ہے جب مؤذّن کی اذاں وقتِ سحر
نام لے لے کر محمّدؐ کا جگاتی ہے مجھے

اُن کی جانب سے نہ جانے کب بُلاوا آئے گا
رات دن دیدار کی حسرت ستاتی ہے مجھے

دفعتہً یوں چونک اُٹھتا ہوں میں اکثر خواب سے
جیسے کوئی طاقتِ غیبی بُلاتی ہے مجھے

ایک مدّت سے تمنّائے مدینہ دل میں ہے
دیکھئے کب میری قسمت لے کے جاتی ہے مجھے

ہوں تو میں خاکی مگر سر پر ہے دامن نُور کا
تُو بھلا نارِ جہنّم کیا ڈراتی ہے مجھے

سوچتا ہوں حشر میں کیا مُنہ دکھاؤں گا انہیں
دیکھ کر اعمال اپنے شرم آتی ہے مجھے

دن تو کٹ جاتا ہے دنیا کے مشاغل میں سرور
رات کو محبوب کی فرقت ستاتی ہے مجھے

سرور بجنوری

ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور پاکستان
جلد ۲۴ شمارہ ۳۳
جمعۃ المبارک ۱۳ شوال تا ۱۹ شوال ۱۴۰۱ھ

سرپرست
حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ
نگران اعلیٰ
حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ
مدیر
ابو عمار زاہد الراشدی
مدیر معاون
زاہد بلند شہری
چیف رپورٹر
راؤ منور احمد خاں

بدل اشتراک
سالانہ : ۶۵ روپے
ششماہی : ۳۳ روپے
سہ ماہی : ۱۷ روپے

رابطہ کے لیے
ہفت روزہ ترجمان اسلام رنگ محل لاہور
یکے از مطبوعات نظام العلماء پاکستان

آزادی کے چونتیس سال

اس سال ۱۴ اگست کو ہم آزادی کے چونتیس ۳۴ برس مکمل کر کے پینتیسویں ۳۵ سال کا آغاز کر رہے ہیں اور صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی صدارت میں ہونے والے ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں یوم آزادی کو پورے جوش و خروش کے ساتھ منانے کا فیصلہ کیا گیا ہے جس کے تحت اس روز صبح نو بجے ملک بھر میں پانچ منٹ کے لئے کاروبارِ زندگی معطل ہو جائے گا، ہر شخص کام کاج چھوڑ کر قومی ترانے گائے گا۔ ریلیں، طیارے اور بحری جہاز وسل بجائیں گے، وسیع پیمانے پر چراغاں اور آتشبازی کا اہتمام کیا جائے گا اور اس قسم کے دوسرے رنگارنگ پروگرام منعقد کئے جائیں گے۔

آزادی اللہ رب العزت کی ایک بے پایاں نعمت ہے جو اس ذات بابرکات نے ہر انسان کو پیدائشی طور پر مرحمت فرمائی ہے اور ایک لاکھ سے زائد انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ نسلِ انسانی کو اس بات کی ہدایت کی ہے کہ بندگی اور غلامی صرف ایک ذات یکتا کی ہے جس نے اس کائنات ہست و بود کی تخلیق کی۔ انسان آپس میں برابر ہیں۔ کسی کو دوسرے پر آقائی اور بالادستی قائم کرنے کا حق نہیں، لیکن انسان نے اس اٹل اور ابدی اصول سے اعراض کرتے ہوئے نسلِ انسانی میں آقائی اور بندگی کی وہ تفریق قائم کی کہ الامان الحفیظ۔

آزادی کے اس پیدائشی حق کی حفاظت اور نعمت کے حصول کے لئے نسلِ انسانی کو بار بار آگ اور خون کی وادیوں سے گزرنا پڑا اور آج بھی دنیا کے بیشتر خطوں میں ابنائے آدم کے قافلے اس آتشیں شاہراہ پر رواں دواں ہیں۔

آزادی کے حصول کی جد وجہد ایک انسانی فریضہ اور اس نعمتِ عظمیٰ کے حصول پر مسرت و اطمینان کا جوش و خروش کے ساتھ اظہار انسانی فطرت کا تقاضہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زندہ اور آزاد اقوام ہر سال ان ایام کی یاد تازہ کرتی ہیں جب انہوں نے غلامی کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کر کے آزادی کی منزل پہ قدم رکھا۔

آج ہم بھی اسی جذبہ اور روایت کے تحت یوم آزادی کو جوش و خروش کے ساتھ منانے کا اہتمام کر رہے ہیں جو ایک زندہ و بیدار قوم کے لئے یقیناً خوشی اور شادمانی کی بات ہے۔ لیکن اس موقع پر سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم نے غیر ملکی سامراج سے آزادی حاصل کرنے اور پاکستان کے نام سے ایک نئی مملکت قائم کرنے کے بعد

آزادی کے جو چونتیس برس گزارے ہیں ان میں ہم نے آزادی کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور آزادی کی مقدس نعمت ہم سے جس احساس ذمہ داری، کارکردگی، خلوص اور جدوجہد کا تقاضہ کرتی ہے ہم نے اسے کہاں تک پورا کیا ہے؟

ہم اپنی چونتیس برس پہلے کی اجتماعی حالت کا آج کی حالت سے موازنہ کریں اور دینی، اخلاقی، قومی اور معاشرتی شعبوں میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کے رُخ کا اندازہ کریں تو یقیناً آزادی کے یہ ۳۴ برس ہمارے لئے عبرت کا مقام ہیں۔

ہم نے آزادی تو حاصل کی تھی بیرونی سامراج سے، لیکن سمجھا یہ کہ ہم مذہب، اخلاق، اقدار، تہذیب، دیانت، قومی شعور اور ذمہ داری نام کی ہر پابندی سے آزاد ہو گئے ہیں اور پھر اس آزادی کو ہم نے جس "آزادی" کے ساتھ استعمال کیا اس کے نتائج آج قومی زندگی کے ہر شعبہ میں انارکی اور انتشار کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔ مگر جس استعمار سے نجات حاصل کی تھی اس کی استعماریت قومی زندگی کے ہر شعبہ میں اسی طرح ہم پر مسلّط ہے۔ ہماری سیاست، معیشت، معاشرت زبان، قانون اور نظم و نسق پر ۳۴ برس پہلے کی چھاپ اسی طرح قائم اور موجود ہے اور عملاً یہ ہوا ہے کہ انگریز سے آزادی حاصل کرنے کے بعد انگریزیت کے جن مظاہر اور نقوش سے آزادی حاصل کرنا ضروری تھا ہمارے دانا دشمن نے ان کی طرف ہماری توجّہ نہ ہونے دی

اقوال

چوہدری افضل حق رح

۱۔ اعتراف عظمت کے لیے بھی باعظمت انسان ہونا ضروری ہے۔

۲۔ خدا کی ہستی کا اقرار تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔

۳۔ جب خالق کا عائد کردہ فرض مخلوق کی محبت سے ٹکراتا ہو تو فرض شناسی محبت مخلوق سے بہتر ہوتی ہے۔

۴۔ کامیاب زندگی کا نام اسلام ہے۔ مسلمان کبھی ناکارہ و نامراد نہیں ہو سکتا۔

۵۔ مسلمان وہی ہے جس کا ایمان اور جسم دونوں قوی ہوں۔

۶۔ سچا مذہب وہ ہے جو انسان میں انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح کی خوبیاں پیدا کرے۔

۷۔ قومی خطرے کے وقت انفرادی نیکی کی قیمت بہت کم رہ جاتی ہے۔

۸۔ حق یہ ہے کہ قوموں اور ملکوں کے انتہائی خطرے کے وقت عورت اگر جان قربان کرنے سے گریز کرتی ہے تو اسے شکست کے بعد دشمن کے سامنے جسم پیش کرنا پڑتا ہے۔

۹۔ سپاہی جو فرض سے کوتاہی کرتا ہے وہ اپنے افسر کی جان پر عذاب لاتا ہے۔

۱۰۔ اسلام کی فوج کا ہر سپاہی جو خوف اور لالچ میں آکر مورچہ چھوڑ جاتا ہے وہ اپنے پیغمبر کے جسم پر کاری ضرب لگاتا ہے۔

۱۱۔ نماز محبت ہے اور جہاد فرض ہے۔ ادائے فرض کے لیے محبت کا ترک معیوب نہیں۔

۱۲۔ جو سوسائٹی کی اشد ضرورت کے وقت عذر تراشتا ہے اور جان جوکھوں میں ڈالنے سے گریز کرتا ہے خدا کی بدترین مخلوق ہے۔

۱۳۔ ملت کے خطرے کے وقت جہاد سے جی چرانے والا مسلمان نہیں، منافق ہے۔

۱۴۔ جوش و ہیجان کے زمانہ میں لوگوں کے صرف کان باقی رہ جاتے ہیں۔ عقل و نظر جواب دے جاتی ہے۔

۱۵۔ جب تک دنیا میں ابوجہل موجود ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امن پسندی کام نہیں آسکتی۔

۱۶۔ شجاعت اور سخاوت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تلوار کا دھنی دل کا غنی ہوتا ہے۔

۱۷۔ کہتے ہیں شاعر میں شجاعت نہیں ہوتی یہ سچ ہو یا جھوٹ، مگر تدبیر کا خانہ تو الا ماشاءاللہ اکثر خالی ہوتا ہے۔

۱۸۔ یاد رکھو دولت اور اقتدار حرام نہیں، ہاں ان کا نشہ حرام ہے۔

۱۹۔ دنیاوی کامرانی، مسرت، طاقت اور دولت کا حصول جبھی قابل ستائش ہے جب کہ اس کے حصول کے ذرائع قابل ستائش ہوں۔

رواں دواں — زاہد بلند شہری

نہ ہوگا بانس نہ....

موسم تبدیل ہوں تو بیماریاں ساتھ ساتھ آتی ہیں اور یوں ڈاکٹروں کی عید، عید سے پہلے ہی ہو جاتی ہے حالانکہ وہ سارا سال ہی عید مناتے ہیں۔ آج کل آنکھوں کی وبا "آشوب چشم" بڑی سرعت سے پھیل رہی ہے۔ ڈاکٹر فرماتے ہیں اس کے وائرس کی تشخیص نہیں کر سکے۔ یہ بھی ڈاکٹروں نے خوب کہی۔ دل تبدیل ہو گیا۔ بچہ ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ پیدا ہو گیا۔ لیکن ایک چھوٹی سی آنکھ کے "وائرس" کی تشخیص نہ ہو سکی۔ آنکھ تو انسانی جسم میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے وائرس کی پہلے تشخیص کرنا چاہیئے تھی۔

آشوب چشم پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک صاحب نے اسے کسی "جوہری" تجربے سے پھیلنے والے تابکاری اثرات کا نتیجہ قرار دیا۔ مانا کہ فی زمانہ یہ جوہری تجربہ کا نتیجہ ہو لیکن زمانہ قدیم میں جب یہ وبا پھیلتی تھی تو اس کی کیا وجوہات تھیں۔ عربوں میں یہ وبا اکثر پھیل جاتی تھی۔ ایک بار حضرت صہیبؓ کو بھی آشوب چشم کی بیماری ہو گئی تھی۔ اگر یہ صاحب اس وقت ہوتے تو یقیناً یہی کہتے کہ ضرور قیصر روم نے ایٹمی تجربہ کیا ہے۔ یہ بیماری حبس کا بھی نتیجہ ہے وقتی ہے اور بہرحال اسے ختم ہونا ہے مگر ہمارے سامنے اس سے ملتا جلتا ایک اور مرض ہے۔ یہ لاعلاج تھا نہیں لاعلاج بنا دیا گیا ہے۔ چونکہ بیماریاں عموماً ترقی پذیر اور پسماندہ ملکوں میں پھیلتی ہیں اس لیے یہ بیماری بھی "آب و ہوا" اور "روایت" کے مطابق زور و شور سے نہ صرف پھیل چکی ہے بلکہ جڑیں پکڑ چکی ہے اور "گوڈے گٹوں" میں بیٹھ چکی ہے۔

آج تک کوئی بھی یہ معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا کہ اس بیماری کا منبع کیا ہے۔ "سرکاری معالج" اس کا علاج کرنے سے معذور نظر آتے ہیں یا یوں سمجھ لیجئے کہ جب بھی علاج کے لئے "مریض" کو لایا گیا محض منہ کھلوا کر زبان ہی دیکھنے پر اکتفا کیا اور حسب معمول نسخہ لکھ دیا کہ اس کے استعمال سے مرض کو افاقہ ہو گا۔ یہ مرض سرکاری مرض ہے جسے "حکام" بھی مرض کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں۔ اس کو عموماً "نوکر شاہی یا بیوروکریسی" کے نام سے یاد کیا جا سکتا ہے۔

اس بیماری میں جہاں دوسرے سرکاری محکمے مبتلا ہیں وہاں محکمہ ٹیلیفون بھی نہیں بچا ہوا۔ اس کے "وائرس" آشوب چشم کے وائرس سے زیادہ خطرناک ہیں۔ آشوب چشم چار سے چھ دن تک رہتا ہے جبکہ "نوکر شاہی" وغیرہ کی بیماری کا سلسلہ رکنے نہیں پاتا خواہ اس کے "معالج" باہر سے ہی کیوں نہ آجائیں۔

قارئین اس بات سے بخوبی آگاہ ہوں گے ہمارے یہاں ہر معاملے میں الٹی گنگا بہتی ہے۔ پورا عالم ترقی کر رہا ہے۔ ہم تنزلی کی طرف گامزن ہیں۔ ہم آج تک ٹیلیفون پر صحیح طریقے سے بات نہیں کر سکے جبکہ مغربی دنیا ٹیلیفون پر بات کے ساتھ ساتھ تصویر دیکھ رہی ہے۔

یہاں "ون سیون" پر کوئی اٹھاتا نہیں مغرب میں لندن اور نیویارک کے درمیان یوں بات ہوتی ہے گویا بھائی اور رلوہاری کے رہائشی سر راہ مل رہے ہوں۔ محکمہ ٹیلیفون کے افسران بالا ایئر کنڈیشنڈ کمرول میں بیٹھے محض اس بیماری کے جراثیم کے پیش کردہ فائلوں پر سگریٹ کے دھوئیں میں دستخط ثبت کر دیتے ہیں۔

اچھا ہو یا برا ہو "جراثیم خود چلنے" فائلوں پر سر جھکا کر کام کرنا اور عوام سے بات کرنا ان کی سرشت میں ہی نہیں ہے تاہم "معالج" سے رابطہ قائم کرنے پر (اگر ہو جائے تو) تو کام فوری طور پر یوں ہوتا ہے کہ کسی کو یقین نہیں آتا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے بلکہ بعض "بھولے بادشاہ" تو آنکھیں بند کر کے (جس کا کام فوری طور پر ہو جائے اسے) بیوروکریسی کا سسرالی رشتہ دار تک گردان دیتے ہیں۔

لیکن پچھلے دنوں جو واقعہ ہم نے اخبارات میں پڑھا وہ اپنی نوعیت کا تاریخی واقعہ ہے۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے مینجنگ ڈائریکٹر کا فون چھ روز سے خراب تھا۔ کئی بار شکایت کے باوجود محکمہ ٹیلیفون نے کوئی توجہ نہ دی۔ بالآخر

تنگ آکر منیجنگ ڈائریکٹر نے ٹیلیفون سیٹ کاٹ کر محکمہ ٹیلیفون کے جنرل منیجر کو یہ لکھ کر واپس بھیج دیا کہ "آپ اس سیٹ کو آرائش کے طور پر اپنے کمرے کی زینت بنالیں"۔

اس واقعہ کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ صرف دو گھنٹے کے بعد محکمہ ٹیلیفون نے نہ صرف منیجنگ ڈائریکٹر کو نیا ٹیلیفون سیٹ مہیا کر دیا بلکہ ان کا ٹیلیفون بھی ٹھیک کر دیا گیا۔

یہ خبر پڑھ کر ہم دیر تک کف افسوس ملتے رہے کہ منیجنگ ڈائریکٹر کی جگہ ہم نہ ہوئے ورنہ ہمیں بھی بوسیدہ ٹیلیفون کی جگہ نیا ٹیلیفون مل جاتا ساتھ ہی ٹھیک بھی ہو جاتا "ایک پنتھ دو کاج"۔ مگر ہم نے فوراً ہی یہ خیال جھٹک دیا کہ ہم منیجنگ ڈائریکٹر کی جگہ ہوتے ہی کیوں؟ اگر ہوتے بھی تو ہمیں گھاس ڈالنا تو درکنار گھاس دکھاتے ہی نہ، کیونکہ ہم منیجنگ ڈائریکٹر ہوتے ساتھ ساتھ کچھ اور نہ ہوتے۔ جنرل منیجر منیجنگ ڈائریکٹر کی نہیں سنے گا تو پھر کس کی سنے گا۔ اور پھر سونے پہ سہاگا صرف منیجنگ ڈائریکٹر ہی نہیں کچھ اور بھی شاید جنرل منیجر "کچھ اور" کی وجہ سے "ییرک" گئے ہوں ورنہ تو انتقامی کارروائی کے طور پر نہ صرف "آرائش" کے لئے آیا ہوا ٹیلیفون ضبط ہو جاتا بلکہ ہو سکتا ہے لائن مین وغیرہ بھی "شاہ سے زیادہ شاہ سے وفاداری" جتاتے ہوئے ہمیشہ کے لئے "فنی خرابی" پیدا کر دیتے۔

محکمہ ٹیلیفون کے نقار خانے میں "طوطی" کی کون سنتا ہے۔ پہلے تو "شفقت" فرماتے ہوئے کبھی کبھی (محض عوامی رابطے کی کارروائی دکھانے کے لئے) سن بھی لیتے تھے اب وہ بھی سلسلہ ختم کر دیا کہ پبلک "افسروں" کے کاموں میں مخل ہوتی ہے۔

بات ٹیلیفون سیٹ کی ہو رہی تھی کہ ہر شخص اگر منیجنگ ڈائریکٹر کی تقلید کرتے ہوئے اپنا اپنا خراب ٹیلیفون کاٹ کر جنرل منیجر کے دفتر میں آرائش کے لئے اس امید پر بھیجتا رہے کہ نہ صرف نیا سیٹ ملے گا بلکہ درست بھی ہو جائے گا تو شاید جنرل منیجر کے ماتحتوں کی "عید" ہو جائے کہ سب سیٹ ٹھکانے لگا کر کہا جائے تم سے کس نے کہا تھا کہ سیٹ کاٹ کر یہاں بھیجو یا پھر بصورت دیگر سیٹ دفتر میں موجود رہیں تو جنرل منیجر صاحب ہزاروں ٹیلیفونوں تلے دب کر نظر ہی نہ آئیں کہ نہ ہوگا بانس نہ بجے گی بانسری۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مہندس اطباء اور حکام بالا (جو ہمیشہ بالا رہتے ہیں) بیوروکریسی کا وائرس ختم کریں۔

فون نمبر ٩٠

مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم (رجسٹرڈ) کوٹ ادو مظفرگڑھ

قائم شدہ ١٣٧٥ھ

بحمداللہ تعالیٰ حسبِ معمول دورۂ حدیث شریف سمیت تمام درجات میں ۵ رشوال سے داخلہ شروع ہوگا

دورہ کیلئے شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم صاحب اور مولانا محمد رمضان صاحب کے مولانا غلام رسول صاحب سابق مدرس جامعہ رشیدیہ ساہیوال کی تقرری بھی کی گئی ہے

دیگر کوائف

* ١٦ مدرس * کم وبیش چھ صد مقامی و مسافر طلباء * پرائمری۔ حفظ و ناظرہ با تجوید۔ فارسی سے لیکر دورہ حدیث سمیت تمام درجات میں معیاری تعلیم و تربیت * فارغ اوقات میں طلبہ کیلئے فن خطاطی کی تعلیم کا بھی معقول انتظام

* مسافر طلبہ کے قیام و طعام کے علاوہ نقد وظائف * دورہ کے طلبہ کے لئے ماہانہ چالیس روپیہ و امتیازی سہولیات

* وفاق المدارس سے مدرسہ کا الحاق * تقریباً ٢ لاکھ روپیہ سالانہ خرچ

کتبہ اشفاق کوٹ ادو

منجانب (مولینا) عبدالجلیل ناظم مدرسہ مظاہر العلوم رجسٹرڈ کوٹ ادو ضلع مظفرگڑھ

فون: ٢٢٩

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

اسلامی نظام اور اس کے تقاضے

شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تحریک پاکستان کے ان عظیم قائدین میں سے ہیں جنہوں نے تحریک پاکستان کے لئے رائے عامہ کو ہموار کرنے کے خاطر فیصلہ کن کردار ادا کیا۔
یہ تحریک پاکستان کے لئے حضرت علامہ عثمانیؒ کی عظیم خدمات کا اعتراف ہے تھا کہ قیام پاکستان کے بعد کراچی میں پاکستان کا پرچم سب سے پہلے ان کے ہاتھوں لہرایا۔
تحریک پاکستان کے ایک ذمہ دار راہنما کی حیثیت سے حضرت علامہ عثمانیؒ نے دستور ساز اسمبلی اور علمی و عوامی اجتماعات میں متعدد مواقع پر اسلامی نظام کے تقاضوں اور مزدوریات پر روشنی ڈالی۔
ذیل میں اسی عنوان پر علامہ مرحوم کا ایک گرانقدر خطبہ نقل کیا جارہا ہے جو انہوں نے فروری ۱۹۴۹ء کے دوران ڈھاکہ میں ارشاد فرمایا۔
(ادارہ)

مسلمانوں کے فوز و فلاح

کا راز چار لفظوں میں

میرے نزدیک تو ہمارے سارے فوز و فلاح کا راز ان چار لفظوں میں مضمر ہے:

۱۔ صبر و استقامت
۲۔ تقویٰ و طہارت
۳۔ اتحاد ملت
۴۔ اعداد قوت حسب استطاعت

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انفرادی و اجتماعی زندگی میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ سے اپنا تعلق صحیح رکھا جائے تاکہ اس کی امداد و نصرت کے مستحق ہوسکیں۔ اس راہ میں بڑی سے بڑی سختیوں کو صبر و استقلال کے ساتھ کوہِ استقامت بن کر برداشت کیا جائے اور ساری ملتِ اسلامیہ متحد و یک جان ہو کر اپنی قدرت کی آخری حد تک وہ قوت پیدا کرے جس سے ابلیسی لشکروں کے حوصلے پست ہوجائیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ
وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

اور فرمایا:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا
وَلَا تَفَرَّقُوا

حکومت پاکستان

کے بنیادی اصول

ظاہر ہے کہ اس چیز کی تکمیل و انصرام موقوف ہے اس پر کہ ہماری سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان پہلے اپنے قیام کی اصلی غرض و غایت اور بنیادی اصول کو سمجھ لے جو ہمارے نزدیک مندرجہ ذیل ہونے چاہئیں:۔

۔۔ بلا تفریق مذہب ملت و نسل وغیرہ تمام باشندگان پاکستان کے لئے امن و انصاف قائم کرنا اور دوسری اقوام کو بھی اسی مقصد کی طرف دعوت دینا۔

۔۔ جملہ معاہدات کا احترام کرنا جو کسی دوسری قوم یا مملکت سے کئے گئے ہوں۔

۔۔ اللہ تعالیٰ کو سارے ملک کا مالک اصلی اور حاکم حقیقی مانتے ہوئے اس کے نائب کی حیثیت سے اسی کی مقرر کردہ حدود کے اندر پوری مسئولیت کے خیال کے ساتھ حکومت کا سب کاروبار چلانا۔

۔۔ غیر مسلم باشندگانِ پاکستان کے لئے جان و مال اور مذہب کی آزادی اور شہری حقوق کے تحفظ کے ساتھ مذہب اسلام کی حفاظت اور تقویت کا بندوبست کرتے ہوئے مسلم قوم کو ان قوانین الٰہیہ کا پابند بنانے کی انتہائی سعی کرنا جو مالک الملک ان کے فلاح دارین کے لئے نازل فرمائے ہیں۔

۔۔ تمام باشندگان پاکستان کی انفرادی صلاحیتوں کی کامل حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان کے معاشی حالات میں مناسب اور معتدل توازن قائم کرنا اور تا بحدِ امکان کسی فرد کو بھی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ ہونے دینا۔

۔ خصوصیت کے ساتھ منشیات (مسکرات) زنا، آور شیاء قمار (جوا) اور ہر قسم کے معاشرتی فواحش کے سدِباب کی امکانی کوشش کرنا

۔ قومی معاشرت کو بلند خیالی کے ساتھ سادہ اور ستھرا بنانے کی ہر جائز کوشش کرنا۔

۔ مغربی طرز کی پیچ در پیچ عدالتی بھول بھلیاں سے نکال کر عوام کے لئے امکانی حد تک سستا اور تیز رفتار انصاف حاصل کرنا۔

۔ ان پاک اور بلند مقاصد کے لئے ایک ایک مسلمان کو بقدرِ ضرورت دینی و عسکری تربیت دے کر اسلام کا مجاہد اور پاکستان کا سپاہی بنا دینا۔

پوری دُنیا کی نجات

امن کا واحد راستہ

جو مملکت اپنے آئینی دائرہ عمل میں اِن پاک اور اہم ترین مقاصد کی بنیادوں پر قائم ہوگی وہ اللہ کی مدد اور ملّتِ اسلامیہ کی عملی مواخاۃ سے ہر باطل کی سرکوبی کر سکے گی اور انشاء اللہ اس دُنیا میں عام امن و انصاف اور خوشحالی و فارغ البالی کا علَم بلند کرے گی۔

اگر مملکتِ پاکستان اس نہج اور ان بنیادوں پر حکمرانی کرے تو دنیا کی بہترین قابلِ تقلید حکومت ہوگی اور ایسی ہی حکومت حقیقی معنوں میں اسلامی حکومت کے لقب کی مستحق ٹھہرے گی۔ گو اس کے بعد بھی جاہ و اقتدار کی ہوسناکیوں اور شدید ترین عداوت و عناد کے جذبات جو اسلام کی طرف منسوب ہونے والی ہر چیز کے متعلق غیر مسلم اقوام کے دلوں میں صدیوں سے پرورش پاتے چلے آ رہے ہیں۔ دُنیا کو چین سے نہ بیٹھنے دیں گے اور تمام کفرانہ طاقتیں ملّتِ واحدہ بن کر بہت جلد ایسی صالح سلطنت کے مقابلہ میں بھی محاذِ جنگ قائم کرلیں گی؛ تاہم میں یقین رکھتا ہوں کہ بہت ہی سخت جھٹکوں اور زلزلوں کے بعد جن سے ابھی دنیا کو ایک ناقابلِ تصور اندازہ تک دوچار ہونا باقی ہے ایک وقت ضرور آئے گا کہ ساری دنیا ایک ہی نظامِ حکومت میں منسلک ہو کر رہے گی؛ اور یہ اسوقت ہوگا جب دُنیا سکون و امن کی تلاش میں ہر طرح کی ٹھوکریں کھا کر اور ہر طرف سے تھک کر اس ملک کے مالکِ اصلی اور مالکِ حقیقی کی طرف رجوع ہو گی۔ اس وقت وہ اپنے اگلے پچھلے افکار و خیالات کا از سرِ نو جائزہ لینے پر مجبور ہو جائے گی۔

وہ جن چیزوں کو دقیانوسی سمجھ کر ہمیشہ کے لئے چھوڑ چکی تھی پھر اپنی تازہ ترین ترقیات اور نئے نئے سامانوں کی روشنی میں انہیں پر باسلوبِ جدید غور کرنے کے لئے تیار ہو بیٹھے گی۔ فاطرِ حقیقی کی غیبی تائید اور شاید کسی فوق العادت روحانی ذریعہ سے دُنیا کے بڑے بڑے سمجھدار اور ذی اثر لیڈروں کے سامنے فطرتِ انسانی کے صحیح اصول اور عقلِ سلیم کے سچے تقاضے بے نقاب ہو جائیں گے۔ وہ انہیں علی وجہ البصیرت سمجھ کر قبول کریں گے؛ اور بہت سے لوگ عام حالات کے دباؤ اور قوی التاثیر ماحول کے اثرات سے ان کے ماننے پر مجبور ہو جائیں گے۔

اسوقت دُنیا میں ایک ہی دین یعنی دینِ فطرت رہے گا جس کی ذرہ سی جھلک "برنارڈ شا" کو مستقبل میں نظر آرہی ہے ساری دُنیا ایک ملّت بن جائے گی۔ زمین کے سب باشندے ایک "عادلانہ نظامِ حکومت" میں شریک ہوں گے، افلاس و بدحالی کا نشان باقی نہیں رہے گا۔ خیرات کرنے والے مال لے کر باہر نکلیں گے مگر کوئی نہیں ملے گا جو اسے قبول کرے۔ دنیا خوشی، نیکی اور انصاف سے بھر جائے گی؛ بلکہ یوں کہئے کہ ایک طرح کی جنّت میں تبدیل ہو جائے گی۔ اس وقت آفرینشِ عالم کی اصلی غرض و غایت ہر جہت سے پوری ہوگی اور لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائیگا۔

یہ محض کوئی خیال آرائی یا شاعرانہ تخیلات نہیں۔ بلکہ یہ دُنیا کا اٹل مستقبل ہے جسے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ مبارک ہیں وہ خوش نصیب بندے جو ایسے پاک و درخشاں مستقبل کے لانے میں آج کم و بیش اپنا کوئی حصہ لگا لیں اور کم بخت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس کے مقابلے کے لئے ابھی سے کمر باندھ رکھی ہے۔

خوب سمجھ لیجئے آج کا مسئلہ ملّا اور مسٹر کا مسئلہ نہیں۔ نہ یہ جدت اور قدامت کی کشتی ہے۔ نہ دیوبند اور علی گڑھ کا اکھاڑہ ہے۔ یہ تو خدا کے بندوں کے لئے سخت ترین آزمائش کی گھڑی ہے کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے اس نادر موقع سے کیا فائدہ اٹھاتے ہیں اور تیرہ سو برس کے بعد کس عزم و ہمت سے دنیا میں قرآنی آئین اور اسلام کے فطری اصولوں کے دوبارہ زندہ کرنے اور نافذ کرنے کے لئے کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔

کمیونزم کے سیلاب کو صرف

اسلامی نظامِ حکومت

ہی روک سکتا ہے

اس موقع پر یہ بات کبھی فراموش نہ کیجئے کہ آج دُنیا میں معاشی اختلال اور اقتصادی عدمِ تعاون کی وجہ سے ملحدانہ اشتراکیت (کمیونزم) کا سیلاب ہر طرف سے بڑھتا چلا آرہا ہے۔ اس کا صحیح اور اصولی مقابلہ اگر دنیا میں کوئی نظام کرسکتا ہے (باقی ص۱۰ پر)

رفیقِ محبوبِ خدا

خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ بن خطابؓ

امیر افضل

حدیثِ متذکرہ بالا سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا اسلام ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کس قدر اعتماد تھا اور ان کے کس قدر کمالات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں قابل قدر تھے۔

اسلام میں آپؓ نے جو جو خدمات دیں مسلم تو درکنار غیر مسلم خصوصاً یہود و نصاریٰ بھی شدت سے ان کے معترف ہیں۔ بلکہ یورپی منکرین نے تو یہاں تک لکھا کہ اگر عمرؓ جیسا جری اور بے باک عدل و حریت کا پیکر، غلام و آقا کو ایک نظر سے دیکھنے والا، مردِ مومن، فاتح شام و روم اور کسریٰ، محسن انسانیت۔۔۔ اور محب اہل بیت اطہار، دس سال اس دنیائے فانی میں اور زندہ رہ جاتے تو دنیا کے کونے کونے میں اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نہ ہوتا۔

اس سے بڑھ کر اور کیا قابلِ فخر بات ہو سکتی ہے۔ کہ اغیار بھی آپ کے قائل ہیں۔ سچ ہے کہ لیاقت اور قابلیت بھی وہی قابل ذکر ہوتی ہے جس کی تائید میں اپنے پرائے سب رطب اللسان ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفائے راشدین میں دوسرے نمبر پر آتے ہیں۔ حقائق کو رد کرنا کوئی شرافت کی علامت نہیں۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ آج کے دور میں حقائق کو مسخ کرنا یا رد کرنا ایک عام شیوہ بنتا جا رہا ہے۔ مگر کوئی کچھ بھی کرے، کتنا ہی، ایڑی چوٹی کا زور کیوں نہ لگالے آپ کی شخصیت کے کارنامے کچھ اس طرح ثبوت پذیر ہیں کہ ان کو تاریخ کے صفحات سے مٹانا کوئی آسان کام نہیں بلکہ کوششِ بسیار کے باوجود خجالت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو اس وقت آپؓ کی عمر ستائیس سال تھی۔ عالم شباب تھا، طاقت و بہادری میں بے مثال، تلوار زنی کے ماہر، گھڑ سواری میں یکتا، غیرت مندی میں منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ اسلام کا پیغام سنتے ہی سیخ پا ہو گئے۔ کفر کی ہر کاروائی میں شریک ہونا معمولاتِ زندگی سے تھا۔ کفر کی اسلام کے خلاف کون سی کاروائی ہے جس میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لیا ہو۔

مالکِ قضا و قدر کے کام بھی نرالے ہوتے ہیں۔ اس کی بے نیازی کے آگے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ اس کی رحمت اور موہبت کو جب جوش آتا ہے تو جس کو چاہتا ہے اپنا مقرب اور برگزیدہ بنالیتا ہے بالکل اسی طرح حضرت عمرؓ کے ساتھ ہوا اسلام لانے کا واقعہ ہر شخص خوب جانتا ہے۔ کہ کس طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در تک آئے اور کس طرح آن کی آن میں کچھ کے کچھ ہی گئے۔ نبوت کی آنکھوں سے آنکھیں ملتے ہی شرف صحابیت حاصل ہو گیا۔ اس وقت تک اسلام کے پیروکار حضرت ارقمؓ کے گھر میں بند ہو کر دربارِ نبوت سے اسلام کی معلومات حاصل کر کے اپنے قلوب کو منور کرتے تھے۔ مگر اس مرد آہن کے اسلام قبول کرتے ہی اسلام کو پھلنے پھولنے کا موقع مل گیا۔ اسی وقت خانہ کعبہ میں جا کر مسلمانوں نے پہلی نماز ادا کی۔

جب رنگ بدلا ہوا دیکھا تو کفر کے محلات میں زلزلہ آگیا۔ کفر میں پیچ و بل آنے لگے۔ مگر اس خدا داد بہادری و شجاعت کے حامل فرزند توحید کے سامنے اپنے آپ کو بے بس پایا تو دانت پیستے رہ گیا۔ یہ کفر کی پہلی شکست تھی اور اسلام کی پہلی فتح۔

جب اسلام ذرا بڑھا اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو یہ خیال پیدا کہ اب نماز کے لیے لوگوں کو کس طرح بلایا جائے ہر ایک نے اپنی اپنی رائے پیش کی۔ مگر بات کس طرح نہ طے ہوئی۔ اسی حالت میں حضرت عبداللہ نامی ایک صحابیؓ کو نیند آگئی تو کسی فرشتے نے خواب میں آذان اور اقامت کے الفاظ سکھائے۔ حضرت عبداللہ اسی وقت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ حضورؐ خوش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا، تم یہی الفاظ بلالؓ کو بتا دو۔ وہ بلند آواز سے ان کو پڑھے گا۔ حضرت بلالؓ نے آذان دینا شروع کی تو حضرت عمرؓ بھی بھاگے آئے۔ فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ آپ کو کس نے بتائے۔ یہ تو مجھے خواب آیا ہے۔ حضورؐ نے حضرت عبداللہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا عمرؓ کے خواب سے تمہاری تصدیق ہو گئی۔

قرآن پاک میں کم و بیش چالیس آیتیں ایسی ہیں جو کہ حضرت عمرؓ کے یا تو خواب کی تصدیق ہوئی یا فیصلے کی توثیق اور رائے کی تائید میں نازل ہوئی ہیں۔ مثلاً آیتِ پردہ آپ کی رائے پر نازل ہوئی۔ روزہ کے وقت کا تعین حضرت عمرؓ کی وجہ سے کیا گیا۔ اسی طرح سورۂ مائدہ میں ایک آیت،

فَلَا وَرَبِّكَ ۔۔۔ سے ۔۔۔ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

تک حضرت عمرؓ کے ایک فیصلے کی توثیق میں نازل ہوئی۔ علاوہ ازیں احادیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے آپؓ کے بہت سے فضائل ثابت ہیں۔ مثلاً

(۱) فرمایا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، "ہر نبی کے دو وزیر آسمان پر ہوتے ہیں اور دو زمین پر۔ میرے دو آسمانی وزیر جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام ہیں اور دو زمینی وزیر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں۔

(۲) حضرت عمرؓ کو فاروق کا خطاب حضورؐ نے دیا تھا۔

(۳) حضرت عمرؓ کی تمام زندگی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر بتائی ہیں۔

(۴) حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میرا عمرؓ احکام شریعت میں بڑا سخت ہے۔

(۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوبکرؓ اور عمرؓ میری امت کے ادھیڑ عمر والے جنتیوں کے سردار ہوں گے۔

(۶) حضرت عمرؓ کے فضائل مجھ جیسے ناقص العقل کی کیا مجال کہ احاطہ کر سکے نمونہ کے لیے چند اقوال لکھ دیے ہیں۔ ایک قول جو بالکل ہی ایک الگ خصوصیت کا حامل ہے لکھے دیتا ہوں۔

" فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے! جہاں عمر ہوں گے وہاں شیطان نہیں ہوگا۔" کیا ہی عجیب خصوصیت ہے۔ ان سب کے علاوہ یہ کہ حضرت عمرؓ کی ایک بیٹی حضرت حفصہؓ حضورؐ کی بیوی تھیں۔

علاوہ ازیں اہل بیت اطہار سے عقیدت مندرجہ ذیل واقعات سے بھی روز روشن کی طرح عیاں ہو رہی ہے کہ آپ کو حضرت علیؓ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امامؓ سے کتنی محبت تھی۔ امام حسینؓ کا نکاح شہربانو سے حضرت عمرؓ نے ہی کیا تھا۔ یہ شہربانو حضرت کے دور ہی میں اسیر بن کر آئی تھی۔ امامین کا وظیفہ آپ نے سب سے زیادہ مقرر کیا تھا۔ حضرت علیؓ کو نظامِ حکومت میں مشیر بنا رکھا تھا۔ فلسطین کے سفر میں آپ کو نائب مقرر کر کے گئے تھے۔

آپ ہی واحد شخصیت ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد، ہجرت علی الاعلان فرمائی۔ کسی کی جرأت نہ ہو سکی کہ آپ کو روکنے کے لیے میدان میں آئے بلکہ گہری آنکھ سے بھی دیکھ۔ مدینہ طیبہ میں ہر غزوہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضورؐ کے مشیروں میں بہت ممتاز تھے۔ نہایت سادگی پسند، پرانا لباس پہن کر خوب مسرت حاصل کرتے تھے۔ اپنے دورِ خلافت میں بھی اسی پر گامزن رہے۔ کاتبِ وحی ہونے کا بھی شرف حاصل رہا۔ آٹھویں پشت سے حضورؐ کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میں اٹھوں گا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ اور ان کے بعد عمرؓ۔ کارِ خیر میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ جنگِ تبوک کا مشہور واقعہ ہے کہ حضورؐ نے صحابہ سے جنگی ساز و سامان کے لیے چندہ مانگا تو حضرت عمرؓ نے سوچا کہ ہر موقع پر ابوبکرؓ مجھ سے بڑھ جاتے ہیں۔ آج میں نہیں بڑھنے دوں گا۔ چنانچہ تمام سامان کا نصف کر دیا اور حضورؐ کی خدمت میں لا کر رکھ دیا۔ حضورؐ نے استفسار فرمایا تو کہا کہ حضرت جو کچھ یہاں ہے اتنا ہی گھر ہے

تھوڑی دیر میں حضرت ابوبکرؓ گھر کا تمام اثاثہ لے کر حاضر ہو گئے۔ پوچھنے پر بتایا کہ حضرت گھر تو اللہ اور اس کے رسول کا کلام چھوڑ آیا ہوں۔ یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ کو رشک آگیا۔ اور سوچنے لگے کہ میں ابوبکرؓ سے کبھی بھی نہیں بڑھ سکتا۔

بقیہ: اسلامی نظام اور اس کے تقاضے

تو وہ صرف اسلام کا اقتصادی نظام ہے۔ اگر ہم پاکستان یا عالم اسلام کو اس بھیانک خطرہ سے بچانا چاہتے ہیں تو اس کی واحد صورت یہی ہے کہ پاکستان میں صحیح اسلامی نظام کا اعلان و آغاز کریں اور تمام اسلامی ممالک کو اسلام کے نام پر اسی کی دعوت دیں۔ اگر اس طرح تمام اسلامی ممالک آئینی طور پر متحد ہو گئے تو قدرتی طور پر وحدت اسلامی قائم ہو جائے گی جس کی ہم سب مدت سے آرزو رکھتے ہیں اور جو اشتراکیت و سرمایہ پرستی دونوں کی روک تھام کے لئے مضبوط آہنی دیوار کا کام دے گی۔

مسئلہ کشمیر میں پاکستان کی کامیابی صرف اسلامی نظام کے اعلان سے وابستہ ہے

ایک اور اہم ترین ہنگامی مسئلہ ہمارے سامنے کشمیر میں استصواب رائے عامہ کا ہے۔ اس میں کامیابی بھی بڑی حد تک میرے نزدیک اس اعلان سے وابستہ ہے ورنہ بھارتی حکومت کی جانب سے جو زبردست پروپیگنڈا ہوگا اس کے جواب میں پاکستان کا پہلو بہت کمزور رہے گا اور اگر فرض کیجئے وہاں دوبارہ جنگ کی نوبت آگئی جو غالباً کشمیر تک محدود نہ رہے گی تب بھی ہمارے دفاع کے لئے دینی مذہبی اسپرٹ بہت زیادہ کام دے گی جو خدائی آئین اور اسلامی نظام حکومت کے اعلان سے مسلمانوں میں پیدا ہو سکتی ہے۔ بہرکیف جس پہلو سے نظر کیجئے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ ہماری مملکت کی خوبی و برکت اور تحفظ و استحکام کا راز اسلامی نظام کے نفاذ میں پوشیدہ ہے اور یہ کہ جس نام سے پاکستان حاصل ہوا ہے اسی نام پر یہ مضبوطی کے ساتھ باقی بھی رہے گا۔

مولانا غلام مصطفیٰ بہاولپوری

رجم شرعی حد ہے

ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظلمون پ۲ ع۱۳ اور جو شخص خدائی ضابطوں سے باہر نکل جائے سو ایسے لوگ ظالم ہیں۔

اصطلاح شریعت میں
حد: حد اس سزا کو کہتے ہیں جو من جانب الشارع مقرر کی گئی ہو اور اس میں کسی زمانہ کسی قوم اور کسی لحاظ سے تبدیلی نہ آنے پائے جیسا کہ چور کے ہاتھ کاٹنا، زانی کو سنگسار کرنا یہ سزا کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتی بشرطیکہ شرعی شہادت مکمل ہو۔

شریعت میں ادلہ بدلہ
قصاص: کو کہتے ہیں۔ اگر کسی نے کسی کا دانت توڑ دیا تو اس کے بدلے مجرم کا بھی دانت توڑا جائے گا اور اگر کسی کی آنکھ پھوڑ دی تو بدلہ میں مجرم کی آنکھ بھی پھوڑی جائے گی۔ مگر اس سزا میں مظلوم کو معاف کرنے کا بھی حق ہے۔

یہ سزا کی تیسری قسم ہے
تعزیر: یعنی منصوص سزاؤں کے علاوہ اگر کسی اور جرم کی سزا دینا مقصود ہو تو جرم کی روک تھام کے لئے حکومت وقت کسی نوعیت کی سزا متعین کر دے تو اس کیلئے جائز ہے جیسا کہ نظر بند کرنا یا جیل بھیج دینا۔

سزاؤں کی ان تینوں اقسام میں پہلی قسم یعنی حد ایک ایسی سزا ہے جس میں کسی بھی وقت کسی قسم کی لچک پیدا نہیں کی جا سکتی یعنی جب چور کی چوری شرعی شہادت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو چور کا ہاتھ کاٹنا ہی ہوگا اور جب ہی محصن نے بدکاری کرے گا، شرعی شہادت کے بعد اسے پتھروں سے سنگسار کیا جائے گا۔

کیونکہ حوالہ جات میں
محصن: بار بار لفظ محصن آئے گا اس لئے ضروری ہے کہ یہ بھی سمجھا دیا جائے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ محصن اس کو کہتے ہیں جس میں چھ شرطیں ہوں، علامہ محمود آلوسیؒ نے انہیں اشعار میں جمع کیا ہے فرماتے ہیں:

شروط احصان انت ستة
فخذ ھا عن النص مستفھما
بلوغ وعقل وحریة
ورابعھا کونہ مسلما
وعقد صحیح ووطی مباح
من افتل شرط فلن یرجما

احصان کی چھ شرطیں آئی ہیں پس لو کہ یہ نص سے سمجھی گئی ہیں بالغ ہونا عاقل ہونا اور آزاد ہونا اور چوتھی شرط مسلمان ہونا ہے اور نکاح صحیح ہو اور وطی صحیح ہو جب ایک شرط صحیح نہ ہو تو رجم نہیں ہو گا

ان اصطلاحی الفاظ کی تشریح کے بعد پیش نظر رہے کہ محصن نے جب خدانخواستہ زنا کا فعل سرزد ہو جائے اور شرعی شہادت یا زانی کے اقرار سے فعل زنا ثابت ہو جائے تو اس کی سزا بطور حد کے صرف رجم ہی ہے یعنی اسے سنگسار ہی کیا جائے گا۔ یہ مسئلہ اتنا واضح اور اٹل ہے کہ اس میں کسی قسم کے ایچ پیچ کی گنجائش تک نہیں ہے۔ درج ذیل حوالہ جات اسی بنیادی مقصد کی غرض سے رقم کئے جا رہے ہیں تاکہ مسئلہ بے غبار ہو کر اہل اسلام کے سامنے آ جائے

۱۔ فان فقھاء الامصار متفقون علی ان المحصن یرجم
(احکام القرآن) ص ج ۳
تمام شہروں کے فقہاء متفق ہیں کہ محصن کو سنگسار کیا جائے گا۔

۲۔ وقد اجمع الصحابة رضی اللہ عنھم ومن تقدم من السلف وعلماء الامة وائمة المسلمین علی ان المحصن یرجم بالحجارة حتی یموت۔ ص۸۰ ج۱۰
روح المعانی
مسلمانوں کے امام سب کے سب اس امر پر متفق ہیں کہ محصن کو سنگسار کیا جائے یہاں تک کہ مر جائے۔

۳۔ مفسر حقانیؒ رقمطراز ہیں
پس جمہور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ جو مرد یا عورت محصن ہو اس کو سنگسار کرنا چاہیے۔ یہ سزا بسند صحیح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔
(تفسیر حقانی ص۲۳۲ ج۵)

۴۔ کنز الدقائق کی مشہور شرح زائد میں ہے کہ محصن کو سنگسار بھی علانیہ اور لوگوں کے سامنے کیا جائے۔

ویرجمہ فی فضاء حتی یموت

محصن کو عام میدان میں سنگسار کیا جائے یہاں تک کہ مر جائے۔

فقہ کی مشہور کتب میں بھی یہی حکم دیا گیا مثلاً کنز الدقائق ص ۱۷۸ ہدایہ اولین ص ۵۰۹ فاتح شرح قدوری ص ۳۰۶ الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری ص ۲۳۹ فتاویٰ عالمگیری ص ۱۴۵/۲ شرح وقایہ ص ۲۷۹/۲

کیونکہ سنگسار کرنا جہاں زانی کے لئے سزا ہے وہاں عوام الناس کے لئے عبرت و موعظت بھی تو ہے اور اس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ رجم کھلے بندوں کیا جائے تاکہ عبرت حاصل کی جا سکے۔

۵۔ والمریض یرجم لانہ مستحق التلف ولا یمنع بسبب المرض۔

زائد شرح کنز ص ۲۰۳

مریض کو بھی سنگسار کیا جائے گا کیونکہ ہلاکت اس پر ثابت ہو چکی ہے لہٰذا مرض کی وجہ سے رجم کو روکا نہ جائے گا۔

ہاں البتہ حاملہ عورت کو وضع حمل تک مہلت دی جا سکتی ہے لیکن یاد رہے کہ یہ مہلت حاملہ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کے حمل کی وجہ سے دی جا رہی ہے کیونکہ حمل کو تلف سے بچانا چاہیئے کہ وہ مجرم نہیں ہے:

۶۔ ولو کان حذھا الرجم یؤخر الی ان تلد فاذا انفصل الولد ترجم بلا تاخیر (فرائد)

حاملہ سے رجم کو وضع حمل تک روکا جائے وضع حمل کے بعد اسے فوراً رجم کر دیا جائے۔ غور فرمائیے کہ جب تک حمل کے بقا کا ذریعہ صرف حاملہ تھی تب تک تو رجم کو اس سے روکا گیا مگر وضع حمل کے بعد بچے کی پرورش ماں کے علاوہ اور عورت بھی کر سکتی ہے لہٰذا وضع حمل ہونے کے بعد اسے فوراً سنگسار کئے جانے کا حکم ہے۔

۷۔ صاحب ہدایہ رقم طراز ہیں:

واذا وجب الحد وکان الزانی محصنا رجمہ بالحجارۃ حتی یموت لانہ علیہ السلام رجم ماعزا وقد احصن۔

وعلی ہذا اجماع الصحابۃ ص ۵۰۹

جب محصن پر حد واجب ہو جائے تو اس کو پتھروں سے سنگسار کرے یہاں تک کہ وہ مر جائے کیونکہ حضور علیہ السلام نے حضرت ماعزؓ کو رجم کیا تھا جبکہ وہ محصن تھے۔

۸۔ شارح قدوری فرماتے ہیں:

وقتیکہ واجب شود حد بر زانی واو محصن باشد رجم کند آنرا قاضی یعنی سنگسار نماید آنرا حتی کہ بمیرد زیرا آنچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سنگسار نمودہ است ماعز رضی اللہ عنہ را واو محصن بود نیز فرمودہ است کہ ریختن خون مسلمان حلال نیست مگر بسہ چیز یکے یک ارتداد دوم زنا بعد از احصان وسوم قتل بناحق ونیز برین اجماع صحابہ است۔ صدقہ جاریہ شرح قدوری ص ۵۹۰

جس وقت کہ محصن پر حد واجب ہو جائے قاضی اس کو سنگسار کرے یہاں تک کہ وہ مر جائے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو بھی سنگسار کرایا تھا جبکہ وہ محصن تھے نیز آپؐ کا ارشاد ہے کہ مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں ہے سوائے تین طرح کے ایک یہ کہ مرتد ہو جائے دوسرا یہ کہ محصن ہو کر زنا کرے تیسرا یہ کہ کسی کو ناحق قتل کرے اور اس پر صحابہ کرام کا اجماع بھی ہے۔

آپ اس پر بھی غور فرمائیں کہ مرقومہ بالا حوالہ جات میں بار بار ذکر ہو رہا ہے کہ شادی شدہ اگر زنا کرے تو اس کو سنگسار کیا جائے اور اس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔ اجماع صحابہ امت مسلمہ کے نزدیک قرآن پاک اور خبر متواتر کی طرح حجت ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔ اب جبکہ رجم پر نہ صرف پوری امت کا اتفاق بلکہ صحابہ کرامؓ کا اجماع بھی ہے۔ اس صورتحال کے ہوتے ہوئے اگر آج کے نام نہاد دانشور رجم کو حد کی بجائے تعزیر کہہ دیں تو ان کے اس لغو قول کی طرف کون عقلمند ہے جو توجہ دے گا۔

جبکہ زمانہ حال کے لکھے پڑھے جہال کے مقابلہ میں قرآن و حدیث سے واقف ایک فرقہ یعنی خارجیوں نے رجم کے حد ہونے کا انکار کیا تو ان کے قول کو پوری امت نے رد کر دیا ہے۔

۹۔ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں:

رجم اجماعی چیز ہے۔ بحر میں خارجیوں کا قول منقول ہے کہ رجم واجب نہیں ہے ابن عربی نے بھی ان کا یہ قول نقل کیا ہے نیز انہوں نے معتزلہ سے نظام وغیرہ کا بھی یہ قول نقل کیا ہے حالانکہ ان کے پاس کوئی سند نہیں ہے سوا اس کے کہ رجم کا ذکر قرآن میں نہیں ہے لیکن ان کی یہ بات باطل ہے اس لئے حدیث متواتر جو متفق علیہ ہے اس سے رجم ثابت ہے نیز خود قرآن سے بھی ثابت ہے کیونکہ حضرت عمرؓ نے بھرے مجمع میں فرمایا تھا کہ آیت رجم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ ہم نے اسے پڑھا اور یاد بھی کیا اور حضور پاک نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ آیت کا منسوخ التلاوۃ ہونا منسوخ الحکم ہونے کو مستلزم نہیں ہے جیسا کہ ابوداؤد نے ابن عباس سے احمد اور طبرانی نے کبیر میں ابی امامہ بن سہل سے اور انہوں نے اپنی خالہ عجماء سے روایت کی ہے کہ الشیخ والشیخۃ قرآن میں سے ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابی بن کعب کی حدیث درج کی ہے کہ سورۃ احزاب سورۃ البقر کے برابر تھی اور اس میں آیت الشیخ والشیخۃ

بھی تھی ۔ (نیل الاوطار صـ۹۶ ج ۷)

غور فرمائیں کہ اس طویل اقتباس میں جہاں خارجی وغیرہ کی شد و مد کے ساتھ تردید کر کے رجم کو حد ثابت کیا گیا ہے وہیں رجم کے مسئلہ کو قرآن و حدیث کی روشنی میں حل کیا گیا ہے ۔ اور بتایا گیا کہ یہ مسئلہ حدیث متواتر، اجماع امت اور قرآن پاک سے ثابت شدہ ہے اور اس میں پوری امت کا نہ صرف اتفاق ہے بلکہ عمل بھی ہے ۔

۱۰۔ امام مدینہ امام مالکؒ فرماتے ہیں:

امام مالک نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس شام میں ایک آدمی نے ذکر کیا کہ اس نے ایک شخص کو اپنی بیوی سے بدکاری کرتے ہوئے پایا ہے ۔ حضرت عمرؓ نے ابو واقد لیثیؓ کو معلوم کرنے کے لئے اس کی بیوی کے پاس بھیجا ۔ پس جب وہ اس کی بیوی کے پاس پہنچا تو اس کے اردگرد کافی عورتیں تھیں ابو واقد نے اس کے خاوند کی شکایت ذکر کر کے کہا کہ اس کی شہادت پر تم پر کوئی گرفت نہیں ہے اور ساتھ ہی تلقین کی تاکہ اقرار کرے مگر اس عورت نے اپنے گناہ کا اقرار کیا پس حضرت عمرؓ نے اس عورت کو سنگسار کرا دیا ۔ (موطا امام مالک صـ۶۸۵)

سبحان اللہ کیا ایمان ہے اور کیا صداقت ہے کہ اس عورت کو موت سامنے نظر آ رہی ہے مگر پھر بھی اپنی غلطی کے اقرار سے اعراض نہیں کیا ۔ حتیٰ کہ رجم کو قبول کیا اور سنگسار ہونا پسند کر کے اللہ تعالیٰ کی حد پر عمل کرتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی ۔ فجزاھا اللہ عنا خیر الجزاء ۔

حضرت عمرؓ کے فیصلہ رجم نے اس بات کی پوری وضاحت کر دی ہے کہ شادی شدہ زانی ہو کہ زانیہ اس کے لئے صرف رجم ہی ہے جو کہ حد ہے تعزیر نہیں ہے ۔

ایک اہم نکتہ: مختلف ادوار اسلامی تاریخ کے گزرے ہیں بالخصوص صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ کا دور تو اولین اسلامی دور ہے ۔ اس کے بعد بنو امیہ کا دور آیا ہے جو پوری آب و تاب کے ساتھ رہا ۔ اس کے بعد عباسی دور آیا جو ایک زمانہ تک اندلس کے سوا پوری اسلامی دنیا میں قائم رہا ۔ ان تمام ادوار میں اموی، عباسی اور علوی باہم دست بدست تھے ۔ پھر ان کے بعد مسلمان سلاطین کا دور آیا ۔ یہاں تک کہ فرنگی دور سے قبل متحدہ ہندوستان میں مغلیہ حکومت تک غرضیکہ جہاں کہیں بھی اسلامی حکومت رہی وہاں بلا نزاع اور بلا اختلاف جب بھی کبھی محصن زانی کو سزا دینے کا وقت آیا تو اسے رجم یعنی سنگسار ہی کیا جاتا رہا حتیٰ کہ آج بھی سعودی عرب میں جہاں حدود اللہ کسی حد تک قائم ہیں وہاں بھی ایسے مجرم کو سنگسار ہی کیا جاتا ہے ۔ اس متواتر عمل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ اگر رجم تعزیر کے درجہ کا ہوتا تو اس سزا میں ضرور کہیں نہ کہیں تغیر تبدل آ جاتا مگر ایسا ہرگز نہیں ہے تو لامحالہ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ رجم تعزیر نہیں ہے بلکہ حد ہی ہے ۔

۱۱۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اذا وجب الحد وکان الزانی محصنا رجمه بالحجارة حتی یموت ویخرجه فی الفضاء

(عالمگیری صـ۱۴۵، ج ۲)

جب حد واجب ہو اور زانی بھی محصن ہو تو قاضی اسے پتھروں سے سنگسار کر دے اور رجم کرتے وقت اسے کھلے میدان میں لا کھڑا کرے ۔

اسلامی حکمرانوں کے آخری دور کے فتاویٰ کی معروف کتاب فتاویٰ عالمگیری ہے یہ دور زمانہ نبوت سے بہت دور کا دور ہے جہاں حرص و آز کے ساتھ خواہشات نفسانی بھی اچھی طرح جاگزیں تھیں، مگر کیا مجال مغلیہ شہنشاہوں کو کہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں کوئی کمی بیشی کر سکیں ۔ وہ اپنی تمام تر خواہشات کے باوجود جب زانی کے لئے شرعی سزا کا تعین کرتے ہیں تو وہی جس پر پوری مسلم قوم متفق ہے کہ محصن زانی کو سنگسار کیا جائے ۔ ان حالات میں مجھے کہتے ہوئے کوئی باک نہیں ہے کہ دور حاضر کی نام نہاد جمہوریت کو مغلیہ دور کی بادشاہت پر قربان کر دیا جائے تو اسلام کی عظمت رفتہ کی جھلک پھر سے دیکھی جا سکتی ہے ۔

۱۲۔ محشی شرح وقایہ رقمطراز ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ محصن زانی کو سنگسار کرنا قرآن پاک، اکثر احادیث اور آثار صحابہؓ سے ثابت ہے بلکہ اس پر اجماع ہے ۔

(شرح وقایہ صـ۲۷۹)

اہل علم رجم کے متعلق جب بھی کچھ کہتے ہیں تو بس یہی کہ اسی پر قرآن و حدیث اور صحابہ کرامؓ اور اجماع امت ہے مگر قربان جائیے دور حاضر کے پڑھے لکھے جہال پر ایک اتفاقی اور اجماعی مسئلہ پر عمل تو کیا کریں گے مگر اپنے مکر و فریب سے اسکی حیثیت پر قدغن لگانے سے باز نہ رہ سکے ۔ کیا ان سیاہ ہاتھوں سے اسلام کے قیام کی امید وابستہ رکھنا حماقت نہیں ہے اور ان کو اپنے فیصلہ جات کے لئے حکم بنانا سیاہ بختی نہیں ہے؟

۱۳۔ امام قاضی خانؒ کا قول بھی ملاحظہ فرما لیجئے:

محصن زانی پر ہر حال میں رجم کی حد جاری کی جائے گی الا یہ کہ مزنیہ حاملہ ہونے کا دعویٰ کرے تو دو تجربہ کار عورتیں تحقیق کے بعد اس کے حاملہ ہونے کی رائے دیں تو قاضی مزنیہ کو جیل بھیجے تا وقتیکہ وضع حمل ہو جائے پھر اسے سنگسار کر دیا جائے ۔

(فتاویٰ قاضی خان صـ۴۷۵ ج ۳)

دیکھا آپ نے وضع حمل کے بعد کس طرح مزنیہ کو سنگسار کیا جا رہا ہے۔ اگر موجودہ زمانے کے نام نہاد منصفوں کا دور ہوتا تو رجم کو حد سے نکال کر تعزیر قرار دے ہی دیتے۔ مگر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

۱۴۔ صحاح ستہ کی مشہور کتاب مسلم شریف میں ہے۔

براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہودی کا گذر ہوا جس کا منہ کالا تھا اور کوڑے بھی اس کو لگے ہوئے تھے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر فرمایا کیا تمہاری کتاب یعنی تورات میں زانی کی سزا یہی ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ پھر ایک یہودی عالم کو بلایا اور فرمایا میں تجھے قسم دیتا ہوں اس اللہ پاک کی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی تھی۔ کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی حد اسی طرح پاتے ہو؟ بولا اگر آپ نے مجھے اس طرح کی قسم نہ دی ہوتی تو میں آپ کو نہ بتلاتا کہ حد رجم ہے لیکن ہمارے امراء میں یہ بدکاری عام ہو گئی تھی تو انہیں ہم چھوڑ دیتے تھے اور ہم کمزور کو اس برائی میں پکڑتے تو اسے سنگسار کرتے تھے۔ پھر ہم نے آپس میں بیٹھ کر یہ فیصلہ کیا کہ زانی خواہ غریب ہو کر امیر ان کا منہ کالا کیا جائے اور کوڑے بھی لگائے جائیں پس حضور پاک نے فرمایا اے اللہ تیرے حکم کو سب سے پہلے میں "قائم" کرنے والا ہوں جبکہ لوگوں نے اسے ضائع کر دیا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور وہ سنگسار کر دیا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ آپ کو غم میں نہ ڈالیں وہ لوگ جو کفر میں جلدی کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ تم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اگر وہ منہ کالا کرنے اور کوڑے لگانے کا حکم دیں تو مان لو اور اگر سنگسار کرنے کا حکم دیں تو چھوڑ دو۔ پس اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں، فاسق ہیں اور مشرک ہیں۔

مسلم شریف کی اس حدیث نے رجم کے تعزیر ہونے کا تصور تک بھی ختم کر دیا ہے کیونکہ علماء یہود نے جب امیر وغریب دونوں کے لئے ایک ہی سزا یعنی تعزیر کا تعین اس طرح کیا کہ زانی خواہ امیر ہو یا غریب اس کا منہ کالا کیا جائے اور کوڑے لگائے جائیں۔ یہود کے اس تعزیری فیصلہ کو حضور پاک نے یہ کہہ کر ختم کر دیا کہ انی اول من احیا امرک اذا اماتوہ یعنی زنا کی حد رجم کو جب لوگوں نے مٹا دیا تھا تو سب سے پہلے اس حکم کو میں نے جاری کیا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے صاف پتہ چلتا ہے کہ رجم کو حد کہنا اسوۂ رسول ہے جبکہ رجم کو تعزیر بنانا شیوۂ یہود ہے۔

رجم کو حد کہنا اسوۂ رسول ہے
اور بنانا اسے تعزیر شیوۂ یہود ہے

زانی محصن ہوگا یا غیر محصن، ان کے لئے شرعی سزا بطور حد کے رجم ہے اس کے ساتھ جلا وطنی کی سزا بھی کہیں پائی گئی ہے مگر مختلف فیہ ہے۔ بعض حضرات اسے حد میں شمار کرتے ہیں اور بعض حضرات اسے تعزیر کا نام دیتے ہیں، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اگر جلا وطنی حد ہی ہوتی تو اس میں اختلاف کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اختلاف اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ غیر محصن کو کوڑوں کی حد لگائے جانے کے بعد اسے جلا وطن کرنا تعزیر ہی ہے جو امام کی رائے پر موقوف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جلا وطنی کو زائد کہا گیا ہے

۱۵۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں

پس زانی یا تو بکر ہوگا اور شادی شدہ نہ ہوگا یا محصن ہوگا جو کہ صحیح کے ساتھ وطی کر چکا ہو اور حر بالغ عاقل ہو۔ بکر زانی کی سزا سو کوڑے ہے جیسا کہ آیت میں ہے اس پر جلا وطنی کی سزا زائد ہے۔ جمہور کے نزدیک البتہ امام ابو حنیفہؒ جلا وطنی کو امام کی صوابدید پر چھوڑتے ہیں۔ چاہے تو اس کو کوڑوں کی سزا کے بعد جلا وطن بھی کرے اور چاہے تو نہ کرے۔ اور اگر زانی محصن ہو یعنی وہ ہے جو صحیح نکاح سے وطی کر چکا ہو اور حر بالغ عاقل بھی ہو پس اس کو سنگسار کیا جائے گا۔ (ابن کثیر ص ۲۶۰ ج ۳)

۱۶۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اگر گواہ گزر جائیں تو مزنیہ کو محبوس کر دیا جائے مزنیہ کی یہ سزا ابتداء اسلام میں تھی۔ عبادہ بن صامت، حسن اور مجاہد اسی طرح کہتے ہیں حتیٰ کہ یہ سزا منسوخ ہو گئی سرزنش کی سزا سے پھر یہ بھی منسوخ ہو گئی آیت جلد سے اور ثیب میں رجم سے۔ (قرطبی ص ۸۴ ج ۵)

امام قرطبیؒ نے زانیہ کی سزا اولاً حبس پھر اس کی منسوخی کے بعد سرزنش اور ایذا دینا ہے پھر اس کی منسوخی کے بعد آیت نور سے غیر محصن کے لئے سو کوڑے اور محصن کے لئے رجم تحریر فرمائی ہے۔ رجم سے پہلے تو اور سزاؤں کا ذکر ملتا ہے مگر رجم کے بعد پھر کسی بھی تبدیلی کا نہ تو کہیں ذکر ہے اور نہ ہی اس کا کوئی تصور۔

یہ نیکی صرف ہمارے فاضل ججوں ہی کے حصے میں آئی ہے کہ رجم کو تعزیر کا نام دے کر انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ فیا حسرتا

رجم کے متعلق حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ارشاد گرامی

حضرت عمر بن عبدالعزیز پر جب محصن

کو رجم کی سزا دینے پر عیب لگایا گیا کہ رجم کا ذکر قرآن میں نہیں ہے تو عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایسے لوگوں کو کہا کہ تعداد رکعات اور زکوٰۃ کی مقدار کا تعین بھی تو قرآن میں نہیں ہے۔ اس پر مخالفین نے کہا کہ یہ تو حضور پاکؐ اور مسلمانوں کے عمل سے معلوم ہوا ہے۔ پس عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا رجم بھی حضور پاکؐ اور مسلمانوں کے عمل سے معلوم ہے۔

روح المعانی ج ۱۰ ص ۷۹

دراصل زنا غیر فطری حرکت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا مرتکب زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ معاشرہ میں رہنے کے قابل ہوتا ہے۔ اب معاشرہ کی پاکیزگی کو برقرار رکھنے کے لئے اس غیر فطری نامرد کو جتنا جلد ہو ختم کر دینا چاہیئے تاکہ یہ مرض معاشرہ کے بقیہ جسم کے کسی حصے پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ یہ بعینہٖ اسی طرح ہے جب کسی عضو کا بڑھتا ہوا زہر جسم کے دوسرے اعضاء کی طرف سرایت کرنے لگتا ہے تو ڈاکٹر حضرات بقیہ جسم کو بچانے کی غرض سے اس زہریلے عضو کو فوراً کاٹ دیتے ہیں اور اس قسم کے عضو کٹ جانے پر کوئی بھی عقلمند اعتراض نہیں کر سکتا تو محصن زانی کو اگر معاشرہ سے کاٹ دیا جائے تو اعتراض کیوں؟

یہ امر بھی ملحوظ نظر رہے کہ غیر فطری امر کو انسان تو کیا حیوان بھی گوارا کرنے کو تیار نہیں۔ چنانچہ اس نوعیت کا ایک نادر اور محیر العقل وہ واقعہ ہے جسے امام بخاریؒ نے لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

"عمرو بن میمون فرماتے ہیں۔ جاہلیت کے زمانہ میں دیکھا کہ کچھ بندر ایک بندر پر جمع ہیں جس نے زنا کیا تھا تو انہوں نے اس بندر کو رجم کیا۔ میں نے بھی رجم کیا۔"

بندر حیوان ہی ہے اور غیر مکلف ہے۔ پھر اس کی قوم اسے زنا کی وجہ سے سنگسار کر رہی ہے۔ آخر کیوں؟ وجہ صرف یہی ہے کہ غیر فطری بات کو بندر تک بھی برداشت نہیں کرتے مگر حضرت انسان ہی ہے کہ رجم کو وحشیانہ سزا یا تعزیر کہہ کر درپردہ معاشرہ میں زہر پھیلانے میں مدد دے رہا ہے۔

اے کاش! معاشرہ کو یرغمال بنانے والے کم ازکم بچ تو نہ ہوتے۔

۱۹۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے زنا کیا، لیکن اس کے محصن ہونے کا علم نہ تھا پس اسے کوڑے مارے گئے، مگر بعد کو اس کے محصن ہونے کا علم ہوا تو اسے سنگسار کر دیا گیا۔

۲۰۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور پاکؐ نے رجم کیا۔ ابوبکرؓ نے بھی رجم کیا اور میں نے بھی رجم کیا۔ اگر مجھے یہ بات پسند نہ ہوتی کہ کتاب اللہ میں زیادتی کر رہا ہوں تو رجم کو قرآن میں لکھ دیتا، کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کچھ لوگ آئیں گے اور رجم کو قرآن میں نہ پائیں گے تو اس کا انکار کر بیٹھیں گے۔

حدیث اوّلے میں تو یہ تبلایا گیا ہے کہ لاعلمی سے غیر محصن سمجھ کر کوڑے لگائے گئے تو علم ہونے پر کہ محصن ہے دوبارہ سزا دی گئی یعنی رجم کیا گیا۔ اگر رجم تعزیر ہوتا تو دوبارہ سزا دینے کی ضرورت ہی نہ ہوتی مگر رجم چونکہ حد ہے اسے بہرحال قائم کیا گیا۔

حدیث ثانیہ میں حضرت عمرؓ کی فراست کا ذکر ہے کہ جو فتنہ مجہلہ کے ذریعہ چودہ سو سال بعد کو برپا ہونے والا تھا اسے حضرت عمر پہلے سے بھانپ گئے اور اس خدشہ کا اظہار فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ کچھ لوگ رجم کا انکار صرف اس لئے کر بیٹھیں کہ قرآن میں اس کا ذکر نہیں ہے حالانکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ نے یہ حد جاری کی تھی اور میں نے بھی اس حد کو قائم کیا ہے یعنی جانشینِ خیر القرون کے دور میں محصن کو سنگسار کیا گیا ہے۔

۲۱۔ امام منسفی فرماتے ہیں:

"یہ کوڑے لگانے کا حکم آزاد غیر محصن کے لئے ہے کیونکہ محصن کے لئے تو رجم ہی ہے۔"

۲۲۔ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی حدیث عمر بن الخطاب کے جملہ الرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنی اذا احصن کے تحت رقمطراز ہیں:

یعنی آیت رجم کا حکم ثابت ہے اگرچہ اس کی تلاوت منسوخ ہے اور وہ آیت الشیخ والشیخۃ۔ الآیۃ ہے۔ پس شیخ اور شیخہ سے مراد محصن اور محصنہ ہے اگرچہ وہ جوان ہی کیوں نہ ہوں۔ امام سیوطی فرماتے ہیں اس آیت کا حکم جب باقی ہے تو تلاوت کیوں منسوخ ہوئی۔ اس کی وجہ جو عمدہ میرے دل میں آئی وہ یہ ہے کہ تلاوت کی منسوخی کی وجہ تخفیف ہے کہ کتابت اور شہرت تلاوت قرآن میں نہیں ہے اگرچہ حکم اس کا باقی ہے اس لئے کہ سب سے سخت اور بھاری سزا شریعت میں یہی ہے۔

(حاشیہ موطا امام محمد ص ۳۰۶)

امام سیوطیؒ نے آیت کے منسوخ التلاوۃ ہونے کی حکمت بھی لکھ دی ہے کہ ایسی سخت سزا کو تخفیف کے پیش نظر قرآن میں تلاوت کے طور پر باقی رکھنا مناسب نہیں سمجھا گیا گویا کہ امت کے لئے شانِ رحیمی کا مظاہرہ ہے۔

۲۳۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں:

"ہمارا یہی مذہب ہے کہ جو بھی انسان ہو اور مسلمان زنا کرے جبکہ وہ اس سے پہلے حرہ اور مسلمان عورت سے شادی کر کے اس سے ہم بستری بھی کر چکا ہو تو اس کے لئے رجم ہے اور یہ محصن ہے۔"

موطا امام محمد ص ۳۰۸

امام محمدؒ نے جہاں احصان کی تعریف اس میں کر دی ہے وہیں محصن کی سزا کو

واشگاف الفاظ میں درج کر دیا ہے کہ اس کی سزا صرف رجم ہی ہے۔

عبید اللہؓ نے ابوہریرہؓ اور زید بن خالدؓ سے روایت کی ہے کہ دیہات سے ایک آدمی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا جبکہ آپ تشریف فرما تھے۔ پس کہا اے اللہ کے رسول ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ فرمائیں۔ پس اٹھا اس کا مخالف اور کہا اس نے سچ کہا ہے آپ ہمارا فیصلہ اللہ کی کتاب سے کریں اور کہا میرا بیٹا اس کا مزدور تھا اور اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا ہے مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے پر رجم ہے۔ پس میں نے اس کے عوض ایک سو بکری اور ایک لونڈی اس کو دی ہے۔ پھر میں نے علماء تحقیق کی تو پتہ چلا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال جلا وطنی کی سزا ہے۔ حضور پاک نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ فیصلہ تمہارے درمیان اللہ کی کتاب سے کروں گا۔ جہاں تک سو بکری اور لونڈی کا تعلق ہے وہ واپس ہوں گی اور آپ کے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی کی سزا ہے اور فرمایا اے انیس تم اپنی بیوی کو صبح لانا رجم کروں گا۔ چنانچہ وہ صبح کو بیوی لایا اور اسے سنگسار کر دیا گیا۔

(بخاری ص ۱۰۱۱ ج ۲)

حدیث پاک کا مطلب بالکل واضح ہے۔ پہلے لڑکے کے والد نے سنگسار کی سزا سے ڈر کر سو بکری اور ایک لونڈی دی، مگر جب پتہ چلا کہ لڑکا محصن نہیں ہے لہٰذا رجم کی سزا نہیں ہے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم بنایا گیا اور آپؐ نے غیر محصن کو سو کوڑے اور ایک سال کے لئے جلا وطن ہونے کی سزا دی اور ساتھ ہی سو بکری اور لونڈی کرا دی۔ آپ غور کریں کہ مزنیہ کے خاوند انیس کے نذرانہ میں کیا پیش کروں جبکہ پہلی صورت جو تعزیر کی شکل میں تھی جس میں سو بکریاں اور لونڈی بھی مل گئی تھی اور بیوی بھی بچ گئی، لیکن شریعت کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا جبکہ بیوی بھی سنگسار ہوئی اور سو بکریاں اور لونڈی بھی واپس کر دی گئی۔

کوئی ہے مائی کا لعل جو حضرت انیسؓ کی طرح شریعت مطہرہ کے حکم کو تسلیم کر دکھائے ایسا تو کون ہوگا، مگر زمانہ حال کے بدنام کنندہ کرسی عدالت نے تو سرے رجم کو شرعی حد ماننے سے بھی انکار کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت بخاری شریف میں اس طرح ہے:

"ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا جبکہ آپ مسجد میں تھے۔ پس پکار کر کہا اے اللہ کے رسول میں نے زنا کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلو بدل لیا۔ پھر اس نے چہرہ کے سامنے آ کر کہا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے پھر رخ بدل لیا۔ پھر وہ سامنے آ کر اقرار کرتا ہے جب اس طرح چار دفعہ اقرار کر چکا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو مجنون ہے؟ بولا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تو محصن ہے؟ بولا جی ہاں۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کر دو۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ ان کو اس آدمی نے خبر دی جس نے جابر بن عبداللہ سے سنا تھا کہ وہ فرماتے تھے میں اس کو رجم کرنے والوں میں سے تھا۔ پس کھلے میدان میں اس کو رجم کیا تو پتھروں کی تاب نہ لا کر بھاگ گیا یہاں تک کہ پتھریلی زمین پر اسے قابو پا لیا گیا اور ہم نے سنگسار کر دیا۔ بخاری ص ۱۰۰۸ ج ۲

حدیث ہذا میں جہاں حضور پاک کی شان رحیمی کا نکھار ہوتا ہے کہ اپنے عمل سے کئی بار آپ نے رخ بدل لیا اور اس سے مجنون اور محصن سے متعلق بھی دریافت فرمایا جس سے مقر کو سزا سے بچنے کی گنجائش نکل سکتی تھی مگر صحابی رسول کے ایمان کامل کا کیا کہنا کہ اس نے نتائج سے بے خبر ہو کر سچ سچ جو بات تھی کہہ ڈالی۔ پھر آپ کی شان رحیمی کے ہوتے ہوئے حکم حکیمی پر بھی آپ کاربند ہے یعنی اقرار کے بعد آپ نے اسلامی حد کے قائم کرنے میں ذرا بھی لچک نہ کھائی اور بالآخر سنگسار ہی کرنے کا حکم صادر فرمایا؛ اور پھر دوران سزا جب وہ سنگساری کے زخم برداشت نہ کر سکا تو وہ بھاگ نکلا، مگر اسے قابو پا کر سنگسار کر دیا گیا۔ اس حدیث سے جہاں سنگسار ہونے والے کی جرأت ایمانی کا ثبوت ملتا ہے وہیں سنگسار کرنے والوں کی جرأت ایمانی کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ سب کے سب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل پیرا ہیں۔

حضرت عمرؓ نے جب آخری حج کر کے ذوالحجہ کے اواخر میں مسجد نبوی میں جمعہ کا جو آخری خطبہ دیا ہے وہ بہت ہی اہم ہے۔ حمد و ثنا کے بعد آپ نے فرمایا:

"میرے دل میں یہ بات آئی ہے جو میں کہتا ہوں، شاید میری یہ بات آخری ہو۔ پس جو شخص اسے سمجھے اور محفوظ رکھے وہ آگے بھی بیان کرے جہاں تک اس کی سواری پہنچ سکتی ہو ورنہ اس کو بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی اس کو مجھ سے غلط بیانی کی اجازت ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور پاک کو مبعوث فرمایا اور آپ پر قرآن اتارا۔ پس قرآن ہی میں آیۃ الرجم بھی تھی جسے ہم نے پڑھا، سمجھا اور یاد کیا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ پس مجھے ڈر ہے کہ مرور زمانے کے بعد کہنے والا کہے گا خدا کی قسم رجم قرآن میں نہیں ہے پس شریعت کے اس فریضہ کو چھوڑ کر

گمراہ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ کی کتاب میں رجم حق ہے جو بھی زنا کرے۔

اذا احصن من الرجال والنساء اذا قامت البینۃ او کان الحبل او الاعتراف بخاری ص ۱۰۰۹ ج ۲

جبکہ محصن ہو خواہ مرد ہو خواہ عورت جبکہ شہادت قائم ہو جائے یا حاملہ ہو جائے یا اقرار کرلے

آپ ذرا فاروقی بصیرت کو تو دیکھیں کہ جو بات چودہ سو سال پہلے آپ نے نور بصیرت سے فرمائی وہ ہو کر رہی اور کہنے والے یہی کہتے ہیں کہ رجم کا حکم قرآن پاک میں نہیں ہے حالانکہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم قرآن میں ہم نے پڑھا ہے اور سمجھا ہے اور محفوظ بھی کیا ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ زانی خواہ عورت ہو یا مرد جبکہ محصن بھی ہوں تو ان پر یا تو شہادت شرعی قائم ہو جائے یا عورت نکاح کے بغیر حاملہ ہو جائے یا پھر زانی خود انکار کر لے تو ایسے زانی کو سنگسار ہی کیا جائے گا۔ آپ کا یہ خطبہ آخری خطبہ ہے گویا حضور پاک کے وصال کے بعد بھی زانی محصن کو سنگسار ہی کیا جاتا رہا اور اس کے علاوہ اور کوئی بھی سزا کہیں سے منقول نہیں ہے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ کچھ یہود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم میں ایک مرد اور عورت نے زنا کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تورات میں کیا پاتے ہو رجم کے متعلق بولے ہم ان کو شرمسار کرتے ہیں اور کوڑے لگاتے ہیں۔ عبداللہ بن سلام نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو تورات میں تو رجم ہے۔ پس تورات کو لایا گیا۔ کھول کر پڑھا تو رجم کی آیت پر ان میں سے ایک یہودی نے ہاتھ رکھ کر آگے پیچھے پڑھنا شروع کر دیا۔ عبداللہ بن سلام نے کہا ذرا ہاتھ تو ہٹاؤ۔ پس ہاتھ ہٹایا گیا تو آیت رجم تھی۔ یہود بولے واقعی سچ کہا ہے اے محمد اس میں آیت رجم ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا حکم دیا اور ان دونوں زانیوں کو سنگسار کر دیا گیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ زانی مزنیہ پر جھکا ہوا ہے اور اسے پتھروں سے بچا رہا ہے۔

بخاری ص ۱۰۱۱ ج ۲

اس حدیث میں کئی باتیں ہیں۔ اول یہ کہ یہود جیسی قوم نے بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حکم تسلیم کر لیا، مگر مسلمان ہیں کہ اس طرف رُخ ہی نہیں کرتے۔

دوم یہ کہ آیت رجم کو یہود نے ہاتھ رکھ کر چھپا رکھا تھا

مگر افسوس کہ آج کے نام نہاد مسلمان بھی رجم کو رد کرنے کے در پے ہیں۔

سوم یہ کہ آیت رجم سامنے آنے کے بعد تسلیم کر لی جاتی ہے اور زانی جوڑے کو سنگسار کر دیا جاتا ہے، مگر آج کے مسلمان رجم کے حکم کو واضح ہونے کے باوجود اس سے نہ صرف گریز بلکہ اس کے تقابل میں آجاتے ہیں۔ فیا اسفی۔ خدا بھلا کرے منکرین رجم کا اور انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

حدیث مقدسہ : ایمان مؤمن

حضرت ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان کی علامت کیا ہے آپؐ نے فرمایا جب تیری نیکی تجھ کو بھلی معلوم ہو اور تیری بدی تجھ کو بری معلوم ہو تب تو مومن ہے پھر اسنے پوچھا یا رسول اللہؐ گناہ کیا چیز ہے آپؐ نے فرمایا جب کوئی چیز تیرے دل میں تردد پیدا کرے اور مشتبہ معلوم ہو تو اسکو چھوڑ دے (ترمذی)

دینی مدارس کے طلبہ کے لئے

خوشخبری

دار العلوم مدنیہ ڈسکہ کلاں میں گذشتہ سالوں کی طرح امسال بھی دورۂ حدیث، مولوی فاضل، درس نظامی اور درجہ حفظ کا مکمل انتظام ہے۔ حسب سابق امسال بھی دورہ حدیث جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث جناب قاضی محمد اسلم صاحب سیف ہری پور والے پڑھائیں گے۔

داخلہ ۵ شوال سے شروع ہے

منجانب ناظم دار العلوم مدنیہ ڈسکہ کلاں ضلع سیالکوٹ
فون ۶۳۷

مولانا قاری غلام نبی آف کوئٹہ انتقال کر گئے

اناللہ وانا الیہ راجعون

نماز جنازہ حضرت الامیر مولانا درخواستی دامت برکاتہم نے پڑھائی

مدرسہ عربیہ مرکزی تجوید القرآن رجسٹرڈ سرکی روڈ کوئٹہ کے مہتمم اور بانی حضرت شیخ القرآء مولانا قاری غلام النبیؒ مورخہ ۲۱ جولائی ۸۱ء، مطابق ۱۸ رمضان المبارک بروز منگل بوقت پانچ بج کر پچپن منٹ پر داغِ فراق دے کر داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے ہمیشہ کے لئے سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت قاری صاحبؒ ۱۹۶۰ء میں حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہٗ کے حکم پر لاہور چھوڑ کر کوئٹہ تشریف لے آئے تھے اور مدرسہ تجوید القرآن عیدگاہ توغی روڈ میں بحیثیت صدر مدرس پانچ سال تک فائز رہے اور بلوچستان کی تاریخ میں جبکہ فن تجوید و قرأت معدوم اور عنقا تھی اس کو روشن کیا اور مذکورہ عرصہ کے بعد مدرسہ کا اہتمام بھی ان کے حوالے کیا گیا اور رحلت تک اسی عہدہ پر فائز رہے۔ اور بیس سال کے اس طویل عرصہ میں ہزاروں کی تعداد میں قراء اور حفاظ سندِ فراغت ان سے حاصل کر کے بلوچستان بھر ہی میں نہیں بلکہ افغانستان اور ایران میں بھی پھیل کر مدارس تجوید قائم کئے اور انتہائی پسماندہ اور غیر آباد علاقوں میں بھی قرآن پاک کو صحیح پڑھنے اور پڑھانے کا سلسلہ جاری ہوا۔ حتیٰ کہ مدرسہ عربیہ مرکزی تجوید القرآن کی زیر نگرانی دو سو کے قریب دینی مدارس اسوقت بھی بلوچستان کے طول و عرض میں دینی تعلیمات دینے میں مصروف ہیں۔ حضرت قاری صاحبؒ صرف سبعہ و عشرہ ہی کے ایک انتہائی ماہر قاری نہیں تھے بلکہ تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کے متبحر عالم باعمل بھی تھے۔ اور علوم کی سندِ فراغت علوم اسلامیہ کے ایک عظیم ادارہ جامعہ اشرفیہ لاہور سے حاصل کی اور تمام قرأت کی سند شیخ العرب والعجم حضرت شیخ القراء حضرت قاری عبدالمالکؒ علیگڑھی سے لاہور کے مرکزی دارالترتیل مزنگ سے حاصل کی اور حضرت شیخ القراء کے صرف شاگرد رشید ہی نہ تھے بلکہ قاری عبدالمالکؒ نے وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ میری موت کے بعد قاری غلام النبی میرا جانشین ہوگا اور مرکزی دارالترتیل کا انتظام وہی چلائیں گے۔ چنانچہ ان کی رحلت کے بعد حضرت قاری غلام نبیؒ دو سال تک اپنے استاد کے جانشین رہے، لیکن اس عرصہ کے بعد حضرت حافظ القرآن والحدیث حضرت درخواستی مدظلہٗ کے حکم پر جو کہ حضرت قاری صاحبؒ کے استاد تھے، کوئٹہ تشریف لائے اور وفات کے وقت تک کوئٹہ شہر میں دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

حضرت قاری غلام النبیؒ کے اساتذہ میں سے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد رسول خانؒ ہزاروی، حضرت مولانا محمد یوسفؒ بنوری، حضرت حافظ القرآن والحدیث حضرت درخواستی مدظلہٗ اور قرأت کے شیخ قاری عبدالمالکؒ خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں اور شاگردوں میں سے ہزاروں کی تعداد میں سے جناب قاری عبدالرحمٰن مدظلہٗ مدرس مدرسہ عربیہ مرکزی تجوید القرآن جو کہ سبعہ و عشرہ کے ماہر قاری ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا عبدالشکور مردانی سابق خطیب بلوچستان، جناب قاری حبیب الرحمٰن صاحب کوئٹہ، جناب قاری یار محمد صاحب ڈیری فارم کوئٹہ، جناب قاری نور محمد صاحب نورانی کتب خانہ کوئٹہ شہر، جناب ڈاکٹر قاری عبداللطیف صاحب لاہور۔ ان مشاہیر کے علاوہ سینکڑوں قراء ہیں جو حضرت قاریؒ سے فیض حاصل کر چکے ہیں۔

حضرت قاری صاحبؒ انتہائی خاموش الطبع تھے اور اخلاق حمیدہ اور شمائل نبویہ کے حامل تھے اور ان کے شمائل میں سے اہم چیز یہ تھی کہ کبھی زور کی ہنسی کسی نے نہیں سنی اور انتہائی پست آواز میں اہل مجلس سے ہم کلام ہوتے تھے اور اپنے تلامذہ اور شاگردوں سے ایسا برتاؤ اور سلوک فرماتے کہ اجنبی لوگ یہ گمان کرتے کہ حضرت قاری صاحب ان کے شاگرد ہیں اور شاگرد ان کے استاد ہیں۔ نیز جو بھی شاگرد کسی وقت ان سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوتا تو وہ یہ گمان کرتا کہ حضرت قاری صاحبؒ کی شفقت بہ نسبت دوسرے شاگردوں کے میرے ساتھ زیادہ ہے اور یہی گمان اور رائے ہر ایک شاگرد قائم کر کے واپس رخصت ہو جاتا۔ غرضیکہ کوئی انسان جتنے کمالات سے آراستہ اور مزین ہو سکتا ہے اور جتنی صلاحیت اور قابلیت ایک انسان کے اندر ہو سکتی ہے وہ تمام کمالات اور مکارم حضرت قاری صاحبؒ میں موجود تھے بلکہ بطریق اتم اور بدرجۂ کمال موجود تھے۔ ان کی وفات کی خبر انتہائی درد و دکھ سے ساتھ پھیل گئی اور اسی وقت حضرت درخواستی مدظلہٗ امیر نظام العلماء کو اطلاع دی گئی اور انہوں نے فرمایا کہ نماز جنازہ کے لئے وہ خود تشریف لائیں گے۔ چنانچہ اگلے روز بعد نماز ظہر مرکزی تجوید القرآن میں حضرت الامیر مدظلہٗ نے نماز جنازہ پڑھائی جبکہ کوئٹہ، پشین، چمن۔ مستونگ وغیرہ دور کے علاقوں اور کوئٹہ شہر کے ہزاروں کی تعداد میں علماء و طلبہ قراء اور معززین شہر اور افسروں نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور انتہائی رقت آمیز لمحات میں اس شہید قرآن کو مرکزی تجوید القرآن کے احاطہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ خدا کی بے پناہ رحمتیں ہوں ان کی قبر پر۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

قاری محمد اسلم حقانی

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر

ایمان اور اس کے تقاضے

اگر کوئی شور بخت اور حرماں نصیب عہد الست کی اس صحیح فطرت کو اپنے کسب و شر اور ارادۂ شوم سے ضائع اور اکارت نہیں کر چکا اور اگر اس کے عمق قلب میں ہنوز ایمان و حرارت کے کچھ بھی آثار موجود ہیں اور اگر اس کی سعید روح قبول حق کی صلاحیت سے مایوس نہیں ہو چکی اور اگر اس کا دماغ ماؤف اور مفلوج نہیں ہو چکا تو اس کی دل کی گہرائیوں سے بار بار یہ صدا اور نور اٹھے گی کہ مجھے اپنے خالق و مالک اپنے منعم و پروردگار سے (جس کی ربوبیت عامہ کا میں پہلے ہی سے علی رؤس الاشہاد بلیٰ کہہ کر اقرار کر چکا ہوں) تعلق استوار رکھ کر اس کا قرب اور رضا جوئی حاصل کرنی چاہیے اور اس کا دل اس امر کی پر زور اپیل کرے گا کہ وہ اپنی اس ناپائیدار اور فانی زندگی کی رفتار کو صراطِ مستقیم پر جاری رکھ کر اپنے تمام جذبات اور احساسات کو رضائے الٰہی کے تابع کر دے اور وہ صمیم قلب سے یہ چاہے گا کہ تقرب خداوندی کے حصول کے لئے اپنے ذاتی خیالات و خواہشات عیش و آرام اور اولاد و مال کی محبت و وابستگی رشتہ داروں سے تعلقات اور دیگر تمام رجحانات اور میلانات سے یکسو ہو کر اور ان میں سے جو کانٹا بھی دامن گیر ہو اس کو جھٹک کر الگ کر کے وہ صرف ایک ہی رب کو راضی کرے جو سب کائنات کا پروردگار اور الٰہ ہے، جس کی نصرت و تائید اور رحمت و رأفت سے کسی طرح کوئی مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو سکتا اور اپنے دل میں کامل یقین اور زبان سے اقرار کرے گا کہ غم، مصائب و آلام کی تلاطم خیزیوں اور شدائد و نوائب کی بلا انگیزیوں میں صرف اس ہی کی مدد اور معونت حصن حصین ثابت ہوتی ہے اور وہ یہ عقیدہ رکھے گا کہ اس کی عظمت و کبریائی کا اقرار اس کی تعظیم و احترام کا صحیح جذبہ اور اس کی اطاعت و حکم برداری کے لئے انقیاد مستعار زندگی کا متاع عزیز اور شرف انسانیت کی اعلیٰ کڑی ہے اور اس کو یہ مان لینے میں ہرگز کوئی تامل نہیں ہو گا کہ مالک حقیقی جس کو جس حالت میں رکھنا مصلحت اور مناسب سمجھے وہ اپنی حکمت و علم کے موافق تدبیر کرتا ہے، کسی کی کیا مجال ہے کہ اس کے ارادہ کو روک یا بدل سکے یا اس کی تخلیق و تقسیم پر حرف گیری کر سکے اور اس کا دل ہر طرف سے ٹوٹ کر صرف ایک خدا کی طرف جھکے گا جو اس کی ہر قسم کی دنیوی دہشت اور گھبراہٹ کو دور کر دے گا اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ صرف یاد الٰہی دلوں کے اضطراب و بے چینی کو دور کر سکتی ہے اور اسی ہی سے دلوں کو اطمینان نصیب ہو سکتا ہے کیونکہ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ آخر ارشاد ربانی ہی تو ہے۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حقوق بھلا دیے اور اس کی یاد اور عبادت سے غفلت اور بے پروائی برتی، ایسے غافل شعار انسانوں کو خود اپنی عزیز جانوں اور ان کے فوائد و مضرات تک کی خبر نہیں رہتی اور وہ ضلالت و غوایت کے وسیع جنگلات اور عمیق وادیوں میں گھومتے پھرتے ہیں نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰہُمْ اَنْفُسَہُمْ اور ایسے ہی غافل انسان اصلی زندگی اور اس کی تمام لطافتوں سے محروم ہو جاتے ہیں اور ایسے سوختہ بخت انسانوں کے دل سرور اور چین کی زندگی حاصل کرنے کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں مگر ان کی شومئ قسمت یاوری نہیں کرتی اور انہیں کہیں بھی چین و سکون کی زندگی میسر نہیں آتی۔ اگرچہ دیکھنے میں ان کے پاس مال و دولت اور سامانِ عیش و عشرت کی کوئی کمی نہیں ہوتی مگر ان کا دل توکل و قناعت سے خالی ہونے کی بنا پر ہر وقت دنیا کی مزید حرص، ترقی کی فکر اور کمیٔ دولت کے اندیشہ میں بے آرام و بے چین رہتا ہے۔ کسی وقت ننانوے کے پھیر اور چکر سے ان کا قدم باہر نہیں نکلتا۔ موت کا خوف اور زوالِ دولت و ثروت کے خطرات الگ سوہانِ روح بنے رہتے ہیں اور ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ گمراہی اور بے راہروی کا مرقع نظر آتا ہے اور ایسے ہی لوگ عموماً اپنی زندگی کے پرسکون اور طمانیت بخش دور اور ماحول کو فرعونیوں، حق فراموشیوں، سرمستیوں اور رنگ رلیوں میں گزار دیتے ہیں۔ تمرد اور سرکشی کا کوئی پہلو اور گوشہ ایسا نظر نہیں آتا جو ان کے رگ و پے میں سرایت نہ کر چکا ہو اور ایسے حرص و آز کے پتلوں کا پیٹ خاکِ گور کے بغیر اور کوئی چیز پر ہی نہیں کر سکتی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ہے کہ:

ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۵۰)

ابن آدم کے پیٹ کو بجز خاک کے اور کوئی شے پُر نہیں کرسکتی ہاں مگر جو توبہ کرلے تو اللہ تعالےٰ اس پر رجوع فرماتا ہے۔

اس دنیا میں قلبی سکون اور حقیقی اطمینان کسی کو بدون یادِ الٰہی کے ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا مگر اس کی ایک اہم شرط بھی ہے کہ

ع ذوقِ ایں بادہ نہ دانی بخدا تا نچشی

جب انسان کا دل عشقِ الٰہی، ذکرِ رحمٰن اور اس سے شوقِ ملاقات کے دردِ محبت سے خالی ہوجاتا ہے تو اس خالی مکان کو ابلیس اور اس کے چیلے چانٹے اپنے لئے الاٹ کرا لیتے ہیں اس لئے کہ ایسے بہترین مکان کا مکین سے خالی رہنا خلافِ عادت ہے ؎

دل ہو اور اس میں دردِ محبت کہیں نہ ہو
عبرت کا ہے محل کہ مکاں ہو مکیں نہ ہو

اور شیطان ہر قسم کے وساوس اور خیالات کے ذریعہ اس کو بدی کے مہلک اور خطرناک راستہ پر لے جاتا ہے اور طرح طرح کے سبز باغ اس کو دکھاتا ہے جن سے شیطانی کام کی الفت اور محبت اس کے دل میں جاگزیں ہوجاتی ہے اور شب و روز وہ اس میں غلطاں و پیچاں رہتا ہے اور تعیش و تلذذ کی فانی زندگی کا دلدادہ ہوکر شیطان کا وفادار ایجنٹ بن جاتا ہے۔ پھر اس پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ معرفتِ کردگار اور حق تعالےٰ کی رضاجوئی اور خوشنودی، دارین کی نجاح و فلاح، دینی فہم و ذکا اور خداشناسی اور خدا خوفی کے صحیح جذبہ سے یکسر محروم ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے کوئی بدی بدی نہیں رہتی اور کسی نیکی اور کارِ خیر کا ترک و ہجران اس کے لئے باعثِ ندامت و شرمندگی نہیں ہوتا اور یہی حالت انسان کی سب سے زیادہ بدتر اور ناکام حالت ہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ جب کوئی بدنصیب رحمان کا ساتھ دیتا ہے تو شیطان اس کا رفیق اور ساتھی بن جاتا ہے۔ وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا ایسی مذموم زندگی کی جتنی اور جس قدر بھی مذمت کی جائے اتنی ہی کم ہے، کیونکہ اس میں انسان شرفِ انسانیت کی رفعت اور بلندی کی اعلیٰ گھاٹی سے ایک ہی جست سے ذلت اور نکبت کے غارِ عمیق میں جا پہنچتا ہے، لیکن وہاں سے ہزار چھلانگ لگانے پر بھی اس کا نکلنا عادۃً محال ہوجاتا ہے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ دستگیری فرمائے۔

عہدِ ازلی کا نتیجہ
ہر صحیح المزاج نفس
کو یاد ہے

ع وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

بارہا مختلف زمانوں اور متعدد زبانوں میں یہ سوال اس میثاق پر وارد ہوا ہے کہ اگر واقعی ایسا کوئی عہد و پیمان اور میثاق ہم سے لیا گیا تھا تو ہمیں اس کا علم ہوتا کہ کس وقت ہوا اور کس جگہ ہوا اور کس ماحول میں ہوا؟ بلاشبہ آج ہمیں یہ تو یاد نہیں کہ یہ اصولی اور بنیادی عہد و میثاق کا اقرار اور اس کی تعلیم کب، کہاں، کیسے اور کس ماحول میں دی گئی تھی، مگر ہر ادنیٰ سمجھ اور عقل والا آدمی اس کو بخوبی سمجھتا ہے کہ جس طرح ایک واعظ و مقرر، ایک انشاء پرداز و ادیب اور ایک معلم و مدرس کو یہ کامل یقین ہے کہ جو الفاظ اسوقت میری زبان و قلم سے نکل رہے ہیں یہ ضروری امر ہے کہ ابتدائے عمر میں کسی نے یہ الفاظ بولنے اور لکھنے مجھے سکھائے ہیں جس کی تعلیم و تربیت اور استفادہ سے ترقی کرکے آج میں اس بلند مقام پر پہنچا ہوں کہ لوگ مجھ سے استفادہ کرنے اور زانوئے تلمذ تہ کرنے کو باعثِ صد افتخار سمجھتے ہیں۔ اگرچہ اسے یہ یاد نہ ہو کہ مجھے سب سے پہلا لفظ سکھانے والا کون تھا؟ اس کا لب و لہجہ کیا تھا؟ سکھلانے کا وقت مکان اور دیگر خصوصیاتِ مقامی کیا تھیں؟ میرے ساتھ کوئی اور بھی تھا یا میں صرف اکیلا اور تنہا تھا؟ اور اسوقت مجھ پر اس تعلیم کا کیا اثر ہوا؟ یہ اور اس قسم کے بیسیوں گوشے سامنے آتے ہیں جن کے متعلق وہ کچھ نہیں جانتا مگر اس تعلیم کے موجودہ آثار و نتائج سے یہ یقین کامل اور اذعان و اتقان پیدا ہوجاتا ہے کہ یہ تعلیم ضرور واقع ہوئی ہے۔ اسی طرح سمجھ لیجیے کہ بنی نوعِ انسان کو خالقِ کائنات نے عہدِ ازل میں اس عمومی میثاق کے ذریعہ اپنی ربوبیت، بعثتِ رسل اور انزالِ کتب کی تعلیم دی تھی۔ گو اس تعلیم کے ابتدائی منازل اور مراحل تو ان کو یاد نہیں اور نہ اس کی دیگر خصوصیات ان کے پیشِ نظر ہیں مگر اس سرزمین پر بسنے والے کروڑوں انسانوں کا عقیدۂ ربوبیت اور اس کا اقرار و شہادت کیسے نظر انداز کی جاسکتی ہے؟ جو زمین کے ہر خطہ پر اور ہر زمانہ میں اور ہر زبان میں اس کا اقرار کرتے رہے ہیں اور اب بھی زبان سے اقرار اور دل سے اس کی پوری تصدیق کرنے والے بفضلہ تعالےٰ کروڑوں موجود ہیں۔ اس اقرار و شہادت کا وجود ہی اس ازلی اور فطری تعلیم کا پتہ بتاتا ہے جس کا نمایاں اور واضح اثر بدستور آج تک انسانی فطرت اور سرشت میں موجود چلا آتا ہے اور وہ اس کے اقرار کرنے پر مجبور ہیں آخر بلا وجہ تو یہ نہیں کہا گیا کہ

ع زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

باقی جس نے روحانی ضلالت اور خامیٔ عقل کے سبب یہ فطرت اور استعداد ہی ضائع کردی ہے تو اس کا معاملہ ہی الگ اور جدا ہے اسکو اللہ تعالےٰ کا یہ حکم فیصلہ ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ۔

ایمان بالملائکہ

ایمانیات میں سے ایک اہم عقیدہ یہ ہے

حضرت حسن بصریؒ کے ملفوظات

کمالِ خاکساری

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاکساری کا یہ حال تھا کہ آپ گدھے کی سواری کرتے، موٹا معمولی لباس پہنتے، کھانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹ لیتے، زمین پر بیٹھ کر کھا لیتے اور آپ پر بے شمار درود و سلام ہو فرماتے "میں ایک ناچیز بندہ ہوں۔ کھاتا ہوں جیسے بندۂ ناچیز کھاتے ہیں۔"

فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ وہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ سرکار (فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم) کھجور کی رسی سے بنی ہوئی ننگی چارپائی پر لیٹے ہیں اور جسم مبارک پر رسیوں کے گہرے نشانات پڑ گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت دیکھ کر وہ بے ساختہ رو پڑے۔ آپ نے فرمایا عمر! روتے کیوں ہو؟ بولے آپ کی یہ حالت دیکھ کر زمانہ کی یہ ستم ظریفی یاد آگئی کہ قیصر و کسریٰ تو عیش کر رہے ہیں اور آپ خدا کے محبوب و برگزیدہ ہو کر اسی موٹی رسی سے بنی ہوئی ننگی چارپائی پر دراز ہیں۔ فرمایا عمر! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ان دونوں کو دنیا کا عیش فانی ملے اور ہمیں آخرت کا عیش جاودانی نصیب ہو۔ عمر بولے۔ یقیناً اے اللہ کے رسول ہمیں یہی پسند ہے۔

فرمایا "ہماری اور اس دنیا کی مثال اس مسافر کی سی ہے جو سفر کر رہا ہو اور راستہ میں کسی سایہ دار درخت کے نیچے ذرا دم لینے کے لئے رک گیا ہو۔ ظاہر ہے وہ تھوڑی دیر کے بعد ہی اسے چھوڑ کر آگے کی راہ لے گا۔

زندگی انسان کی ہے مانند مرغ خوش نوا
شاخ پر بیٹھا کوئی دم چہچہایا اڑ گیا

حکام اپنے کرتوت کا نتیجہ ہوتے ہیں

حضرت حسن بصریؒ کی موجودگی میں ایک شخص حجاج بن یوسف پر بددعا کرنے لگا۔

فرمایا اللہ تم پر رحم کرے۔ ایسا نہ کرو تمہارے کرتوت کی وجہ سے تم پر مسلط کیا گیا ہے۔ میں تو ڈرتا ہوں اگر وہ معزول ہوا یا مر گیا تو بندر اور سور اس کے بعد حاکم بنا دیے جائیں گے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حکام تمہارے اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے ہی حکام ہوں گے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک شخص نے ایک بزرگ کے پاس خط لکھا اور حکام کے مظالم کی شکایت کی۔ ان بزرگ نے جواب میں لکھا میرے بھائی تمہارا خط مل گیا ہے جس میں تم نے حکام کے مظالم کی شکایت کی ہے، اگر جو شخص گناہوں کا مرتکب ہو اسے سزا کی شکایت نہ کرنی چاہیئے۔ میرا خیال ہے آپ لوگ جن مظالم کے شکار ہیں وہ آپ لوگوں کے گناہوں کی سزا ہے۔

فرمایا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منبر نبوی پر خطبہ دیا اور فرمایا۔ اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ سارے بادشاہوں اور حاکموں کا دل میری مٹھی میں ہے۔ جب لوگ میری اطاعت کرتے ہیں تو میں بادشاہوں اور حاکموں کو ان کے لئے رحمت بنا دیتا ہوں اور جب لوگ میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں حکام کو ان پر عذاب بنا دیتا ہوں۔ لہذا تم حکام کو گالی دو بلکہ اپنے گناہوں سے توبہ کرو میں انہیں تم پر مہربان بنا دوں گا۔

اگر فلاں نہ ہوتے

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا اگر ابدال نہ ہوتے تو زمین دھنس جاتی۔ اگر صلحاء نہ ہوتے تو امت ہلاک ہو جاتی۔ اگر علماء نہ ہوتے تو لوگ چوپایوں کی طرح ہو جاتے۔ اگر بادشاہ اور حاکم نہ ہوتے تو لوگ ایک دوسرے

کو کھا جاتے۔ اگر احمق نہ ہوتے تو دنیا ویران ہو جاتی (یہ عربی جملہ اولا الحمقاء لخربت الدنیا ضرب المثل بن چکا ہے) اور اگر ہوا نہ ہوتی تو ساری چیزیں بدبودار ہو جاتیں۔

بیماری زکوٰۃ ہے

فرمایا بیماری بدن کی زکوٰۃ ہے جیسے صدقہ مال کی زکوٰۃ ہے۔ جو جسم کبھی بیمار نہیں ہوا اس مال کی طرح ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی۔

مردہ دلی ناپسندیدہ چیز ہے

فرمایا سعید بن جبیرؓ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ مردہ دلی سے عبادت کر رہا ہے تو فرمایا اے اللہ کے بندے اسلام جاندار ہے جاندار عبادت کر۔ مردہ دلی سے عبادت نہ کرو ورنہ خدا تجھے مردہ دل بنا دے گا۔

فرمایا حضرت عائشہؓ نے ایک شخص کو بجھا ہوا دیکھا تو فرمایا انہیں کیا ہو گیا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ ایک بزرگ آدمی ہیں جو غم دوجہاں سے نڈھال ہیں۔ فرمایا عمر تو ان سے زیادہ بزرگ تھے، مگر ان کا یہ حال تھا کہ جب چلتے تو زور سے چلتے۔ جب بولتے تو قوت کے ساتھ بولتے اور جب پیٹتے تو خوب پیٹتے۔ بناوٹ سے باز آؤ۔ خدا بناوٹی عمل قبول نہیں کرتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ایک شخص کو مریل چال چلتے دیکھا تو فرمایا "ظالم ہمارے دین کو کیوں مارے ڈالتا ہے"! ایک دفعہ ایک شخص کو سر جھکائے ہوئے چلتے دیکھا تو فرمایا "سر اٹھا کر چل اسلام مریض نہیں ہے"۔

گویا دینداری کا منشا ہرگز یہ نہیں ہے کہ آدمی بجھا ہوا رہے اور بیماروں کی طرح پھونک پھونک کر قدم رکھے اور خواہ مخواہ مسکین بنا چلا جائے۔

سودائی لوگ

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا۔ میں نے سترّ بدری صحابہؓ کو دیکھا ہے۔ اگر تم انہیں دیکھو تو کہو گے یہ کوئی سودائی لوگ ہیں جنہیں کسی چیز کا سودا سمایا ہوا ہے اور وہ تمہارے آج کے اچھے لوگوں کو بھی دیکھیں تو اسلام سے ان کے تعلق کی یہ نوعیت دیکھ کر اس کے سوا کچھ نہ کہیں گے کہ انہیں اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے اور اگر وہ تمہارے آج کے برے لوگوں کو دیکھیں تو ان کی حالت کو دیکھ کر یہی کہیں گے کہ یہ لوگ قیامت پر یقین نہیں رکھتے۔

آنکھ کا سرمہ

فرمایا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہ جب تم دیکھو غافلوں کو ہنسی سوجھ رہی ہے تو تم گریہ وزاری کو اپنی آنکھ کا سرمہ بناؤ۔

دنیا میں دیدار الٰہی ناممکن ہے

پوچھا گیا کہ دنیا میں دیدار الٰہی ممکن ہے؟ فرمایا نہیں۔ پوچھا گیا اور آخرت میں؟ فرمایا ہاں۔ سوال یہ فرق کیوں ہے؟ فرمایا دنیا فانی ہے اور دنیا کی ہر شے فانی ہے۔ آخرت باقی ہے اور اس کی ہر شے غیر فانی ہے اور محال ہے کہ فانی سے باقی کا دیدار ہو لیکن جب قیامت آجائے گی تو اللہ غیر فانی نظر عطا کرے گا جس سے اس ذات غیر فانی کا دیدار ممکن ہو گا۔

واعظ کون؟

فرمایا واعظ وہ ہے جس کا عمل لوگوں کے لئے وعظ ہو نہ کہ اس کا قول۔ حضرت حسن بصریؒ کی حالت یہ تھی کہ جب وہ کسی شخص کو کسی بات کی تلقین کرنا چاہتے تو پہلے اپنے عمل کا جائزہ لیتے اور اسے پہلے اپنے اوپر نافذ کرتے پھر دوسروں کو اس عمل کی تلقین کرتے اور جب کسی شخص کو کسی عمل سے روکنا ہوتا تو پہلے اپنے اوپر نظر کرتے اور خود کو اس سے باز رکھتے۔ پھر دوسروں کو باز رہنے کی تاکید کرتے کیونکہ گفتار بلا کردار غیر مؤثر ہوتا ہے۔ واعظین قوم کی نصیحتیں اب بھی جاری ہیں۔ نہ پند و موعظت کے طول و عرض میں کوئی کمی ہوئی ہے نہ زور بیان میں کوئی کمی آئی ہے مگر واعظین کی بے عملی کے سبب قوم میں اثر پذیری درجہ صفر تک پہنچ گئی ہے۔

کاش عہد حاضر کا یہ طائفۂ واعظین و معلمین اس نکتہ کو سمجھ لیتا اور اپنی نصیحتیں مؤثر بنانے کے لئے یہ تدبیر اختیار کرتا۔ پھر نہ قوم بے اثری کا شکار ہوتی نہ ان کی چیخ و پکار بے کار ہوتی۔

صحیفۂ اعمال کا املا

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارا صحیفۂ اعمال کھول دیا ہے اور دائیں بائیں دو فرشتے بٹھا دیئے ہیں جنہیں تم میں ہر شخص املا کرا رہا ہے۔ اب یہ تمہاری سمجھ کا امتحان ہے کہ تم کیا املا کراتے ہو اور کس مقدار کی نیکی یا بدی سے اپنا صحیفۂ اعمال سیاہ کرتے ہو۔ تمہیں اس کا ہوش رہنا چاہیئے کہ ہر چھوٹی بڑی بات درج ہو رہی ہے۔ قیامت کے روز کوئی بات بھی گم نہ پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ اس دن کسی پر ذرہ برابر ظلم نہ کرے گا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی (جو شخص بھی بدی کرے گا اسکی سزا پائے گا خدا کے سوا اسکا کوئی حامی و مددگار نہ ہو گا)" تو اس آیت کو سنکر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم یہ تو کمر توڑ دینے والی آیت نازل ہوئی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں جب ابوبکر صدیقؓ جیسے نیکوکار جنہیں بارہا جنت کی خوشخبری دی جا چکی ہے دن قیامت کے محاسبہ سے اسقدر گھبرا رہے ہیں تو سوچو ہم گنہگاروں کی گھبراہٹ کا کیا عالم ہونا چاہیئے۔ پس اے مسلمانوں عبرت حاصل کرو اور بدی سے پرہیز کرو تاکہ اس بڑے دن کے عذاب سے محفوظ رہ سکو۔

(باقی آئندہ)

عوام ایکسپریس کے حادثہ کی تحقیقات جلد مکمل کی جائے

جاں بحق ہونے والوں کے اعزہ سے امیر مرکزیہ کا اظہار ہمدردی

امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے بہاولپور کے قریب عوام ایکسپریس کو پیش آنے والے خونیں حادثہ پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور حادثہ میں جاں بحق ہونے والے شہداء کے اعزہ و اقرباء سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ اس المناک حادثہ کی تحقیقات جلد از جلد مکمل کر کے اس کے اسباب کو منظر عام پر لایا جائے۔

حضرت الامیر مدظلہ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس حادثہ میں جاں بحق ہونے والوں کو جوارِ رحمت میں جگہ دیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔

آشوب چشم کی وبا پر حکام کی لاپرواہی

نظام العلماء کے مرکزی راہنماؤں کا اظہار افسوس

نظام العلماء پاکستان کے مرکزی نظماء مولانا صاحبزادہ فضل الرحمٰن، مولانا محمد شاہ امروٹی، مولانا سید امیر حسین گیلانی اور حاجی محمد زمان خان اچکزئی نے ایک مشترکہ بیان میں اس امر پر انتہائی افسوس کا اظہار کیا ہے کہ ملک میں دو ماہ سے آشوب چشم کی وبا نے لاکھوں شہریوں کو لپیٹ میں لے رکھا ہے لیکن متعلقہ محکموں اور حکام نے اس وبا پر قابو پانے کے لئے نہ تو کوئی منصوبہ بندی کی ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں عوام کی راہنمائی کے لئے کوئی مناسب اہتمام کیا ہے۔

مشترکہ بیان میں کہا گیا ہے کہ اس وبا کے شروع ہوتے ہی حکومت کا فرض تھا کہ اس کی روک تھام کے لئے مناسب انتظامات کئے جاتے اور ریڈیو، ٹی وی اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ عوام کو اس وبا سے محفوظ رکھنے کے لئے مشورے دیے جاتے لیکن حکام نے ابھی تک اس سلسلہ میں کوئی قابل ذکر کاروائی نہیں کی جو عوام کی [illegible] ت و مسائل سے بے پروگری کے [illegible] بے نیازی کا ثبوت ہے۔

نظام [illegible] کے راہنماؤں نے حکام بالا پر زور دیا ہے کہ وہ عوامی مسائل کے سلسلہ میں اپنی روش تبدیل کریں اور اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کا احساس کریں۔

سیلاب اور بارش کے متاثرین سے مولانا عبیداللہ انور کا اظہار ہمدردی

نظام العلماء پاکستان کے ناظم عمومی حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم نے ملک کے مختلف حصوں میں شدید بارشوں اور سیلاب سے متاثر ہونے والے برادر شہریوں سے اظہار ہمدردی کیا ہے اور ایک بیان میں کہا ہے کہ اس قسم کے مصائب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتے ہیں اور انسان کو اس امر کا احساس دلاتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی لامحدود قوت و طاقت کے سامنے بالکل بے بس اور لاچار ہے ہمیں ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیئے۔ اور یہ دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمت سے زیادہ آزمائشوں اور امتحانات سے محفوظ رکھیں۔

مولانا انور نے ضلع فیصل آباد، ضلع ساہیوال، ضلع مظفر گڑھ اور ضلع راولپنڈی میں بارشوں اور سیلاب سے متاثر ہونے والے عوام سے بالخصوص ہمدردی کا اظہار کیا ہے اور حکومت پر زور دیا کہ متاثرین کے نقصانات کی تلافی کے لئے ہنگامی بنیادوں پر امدادی کاروائی کی جائیں۔

نواب شاہ میں نوجوانوں کی دینی تنظیم

نواب شاہ، گذشتہ دنوں وارڈ کے نوجوانوں کا ایک اجلاس نظام العلماء کے ضلعی رہنما مولانا قائم الدین کی نگرانی میں ہوا جس میں نوجوانوں میں دینی رجحانات و جذبات کو فروغ دینے، نماز کی پابندی کرنے اور اسلامی تعلیمات کی اشاعت کے لئے ایک تنظیم انجمن نوجوانان ملت اسلامیہ کے نام سے قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس کا سرپرست مولانا قائم الدین کو بنایا گیا اور مندرجہ ذیل عہدیدار منتخب کئے گئے

صدر	محمد اکرم قریشی
نائب صدر	رانا محمد رفیق
جنرل سیکرٹری	غلام محمد خان راجپوت
جوائنٹ سیکرٹری	محمد ایوب قریشی
سیکرٹری اطلاعات	رانا محمد شفیق
سیکرٹری	حمید شاہ
خزانچی	محمد اسلم قریشی

ہریجنوں کے قبول اسلام کا خیر مقدم

تنظیم اہلسنت والجماعت اسلام پورہ لاہور کے جنرل سیکرٹری حافظ عبدالحفیظ بھیروی نے ہندوستان میں ہریجنوں کے اسلام قبول کرنے کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ اسلام کی حقانیت کی جو لہر ہندوستان میں اٹھی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان کے پسماندہ طبقے اسلام کو ایک صحیح مذہب تسلیم کرتے ہیں۔

کہ اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتوں کو تسلیم کیا جائے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک نوری مخلوق ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ (المتوفاہ ۵۷ھ) کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

خلقت الملئکۃ من نور
(مسلم ص ۴۱۳ ج ۲ ومشکوٰۃ ص ۵۰۶ ج ۲)

فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔

مگر یہ یاد رہے کہ اس نور سے نور مخلوق مراد ہے۔ خالق کا نور جو اس کی صفت قدیمہ ہے ہرگز مراد نہیں ہے۔ فرشتے نہ مرد ہیں اور نہ عورت، نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں۔ نہ سوتے ہیں اور نہ اونگھتے ہیں۔ نہ سستی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور تسبیح وتقدیس میں مصروف رہتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آسمان پر کوئی چپہ ایسا نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ عبادت میں مشغول نہ ہو (مستدرک ص ۵۴۴ ج ۲ قال الحاکم وذھبی صحیح)

اور کعبہ شریف کے عین محاذات اور برابر میں ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے جس کو بیت المعمور کہتے ہیں، وہ فرشتوں کا مطاف ہے اور جب سے دنیا کا نظام جاری ہے اس وقت سے قیامت تک روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور پھر مدۃ العمر ان کو دوبارہ طواف کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ فرشتوں کی تعداد کو بجز ان کے خالق کے اور کوئی نہیں جانتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ
(پ ۲۹۔ المدثر)

اور نہیں جانتا تیرے رب کے لشکروں کو مگر صرف وہی۔

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی مختلف قسم کی ڈیوٹیاں مقرر کر دی ہیں۔ کوئی آسمان پر مصروف کار ہیں اور کوئی زمینوں پر اپنے اپنے کام میں منہمک ہیں۔ وہ تمام عیوب ونقائص سے معصوم ہیں۔ نہ تو وہ خدا تعالیٰ کی صفات میں اس کے شریک ہیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ سب سے بڑے رتبہ کے فرشتہ کا نام حضرت جبرئیل علیہ السلام ہے جو انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی لایا کرتے تھے اور ان کے علاوہ حضرت میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام مشہور فرشتے ہیں۔ قرآن کریم اور حدیث شریف میں فرشتوں کے متعدد فرائض اور ڈیوٹیاں بیان کی گئی ہیں جن کو وہ نہایت اخلاص اور وفاداری کے ساتھ بجا لاتے ہیں اور کسی کام میں کوئی ادنیٰ سا تساہل بھی نہیں کرتے۔

ایمان بالکتب

اللہ تعالیٰ کی جملہ آسمانی کتابوں اور صحیفوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی اصلاح اور ہدایت کی خاطر وقتاً فوقتاً حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اپنی کتابیں اور صحیفے نازل کئے ہیں جن کی صحیح گنتی تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے البتہ بعض علماء عقائد نے لکھا ہے کہ ایک سو چار کتابیں اور صحیفے اللہ تعالیٰ نے نازل کئے (فتوح العقائد ص ۵۴ وغیرہ) جن میں چار کتابیں مشہور تر ہیں۔ توراۃ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اتری اور انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر منزل ہوئی اور قرآن کریم جو سید الرسل امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا۔ ان تمام ہدایت ناموں میں دین ودنیا کی فوز وفلاح اور حقوق اللہ وحقوق العباد کی اصلاح نہایت احسن اور اعلیٰ طریقہ سے بیان کی گئی ہے جس سے زیادہ بہتر اور کوئی طریقہ متصور نہیں کیا جا سکتا۔

آخری کتاب

قرآن پاک جو مذہب اسلام کی اصل

اور اساس ہے۔ جان ومال کی حفاظت کا قائم اور اٹل نظام ہے۔ بدی اور بدکرداری کو نابود کرنے کا ایک ناقابل تنسیخ وتردید ضابطہ حیات ہے۔ اور کسی مذہب کی کوئی الہامی اور آسمانی کتاب ایسی نہیں بتائی جا سکتی جس کو ہر اعتبار سے اور ہر حیثیت سے قرآن کریم کی طرح کامل اور ناطق کہا جا سکے۔ یہ قرآن کریم ہی ہے جس نے پہاڑوں کی طرح جمے ہوئے لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا۔ قلوب بنی آدم کی زمین کو پھاڑ کر اس میں معرفت الٰہی کے شیریں چشمے جاری کر دیئے۔ وصول الی اللہ کے دشوار گزار راستے برسوں کی جگہ منٹوں میں طے کرا دیئے۔ مردہ قوموں اور پژمردہ دلوں میں ابدی زندگی کی روح پھونک دی۔ قرآن مجید معاش ومعاد کا کامل ترین دستور العمل، حلال وحرام اور جائز وناجائز کا جامع ترآئین ہے۔ انس وجن کی تہذیب وتزکیہ اور ان کی انفرادی واجتماعی برتری اور سازگاری کا مکمل قانون ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کے لئے بغیر تخصیص زمان ومکان اور بدوں لحاظ رنگ ونسل نہایت عمدہ متین اور جامع تعلیم پیش کرتا ہے وہ جس طرح خدا تعالیٰ کی ذات وصفات اور نبوت ومعاد سے بحث کرتا ہے اسی طرح وہ دیگر اصولی عقائد واعمال، اخلاق ومعاملات اور تمدن وسیاست سے بھی اصولی اور کلی حیثیت سے بحث کرتا ہے اور زندگی کے کسی اہم قابل قدر پہلو اور گوشہ کو اصولی طور پر تاریکی میں چھوڑ کر اپنے متبعین کو متحیر اور ششدر نہیں چھوڑتا۔ قرآن کریم کی موجودگی میں کسی شخص کو اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے اصولی طور پر کسی دوسری مشعل راہ کی مطلقاً کوئی حاجت باقی نہیں رہتی کیونکہ خدا تعالیٰ کی آخری کتاب اور حق وصداقت کی علمبردار اور رہبر معرفت باری اور ہادی سبیل رب کی آمد سے خزاں ضلالت بالکل ختم ہو چکی ہے اور گلزار حق کا موسم ربیع شروع ہو کر اپنے کمال عروج

ختم پہنچ چکا ہے۔ یہ مبارک کتاب پورے تئیس سال میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اس کی ابتداء غارِ حرا میں ہوئی اور پھر تقریباً تیرہ سال مکہ مکرمہ میں نازل ہوتی رہی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو دس سال تک بتقاضائے موقع اور ضرورت کے مطابق وہاں نازل ہوتی رہی۔ تا آنکہ اس کا آخری پیغام عرفات کے وسیع میدان میں جمعہ کے دن نازل ہوا جس کو ایک لاکھ سے زائد شمعِ نبوت کے پروانوں نے سنا اور سعادتِ عظمیٰ اور اتمامِ نعمت کی بشارتِ عظیمہ سن کر فرطِ مسرت اور بے حد خوشی سے زمزمۂ تحمید سے سرشار ہوئے وہ آخری تحفہ یہ ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم
واتممت علیکم نعمتی
ورضیت لکم الاسلام دینا۔
(پ ۶ ۔ المائدہ ۔ ۱)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور میں نے اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا ہے۔

ایمان بالرسل

اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض برگزیدہ بندوں کو وحی اور الہام کے ذریعہ علم عطا فرماتا ہے جو ظاہری حواس سے بالاتر ایک ذریعۂ علم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وحی سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس میں نہ تو عقل ترمیم کر سکتی ہے اور نہ ترمیم و تصرف کا حق ہی رکھتی ہے دنیا کی کوئی قوم، کوئی ملک اور کوئی زمانہ ایسا نہیں بتایا جا سکتا کہ کسی نہ کسی رنگ میں نسلِ انسانی وحیِ الٰہی کے عقیدے سے الگ رہی ہو اور فطرتِ انسانی کی تشنگی بذریعۂ وحی مبدلِ بہ سیرابی نہ ہوتی رہی ہو۔ یہ وہ مقدس اور برگزیدہ گروہ ہے جو خدا تعالیٰ کی بسائی ہوئی تمام آبادیوں میں پھیلا اور مختلف زمانوں اور متعدد زبانوں میں اپنی تعلیم و ہدایت اور ارشاد و تبلیغ کا چراغ روشن کرتا رہا۔ آج انس و جن کے سرمایہ میں جتنی کچھ فلاح و سعادت، زہد و ریاضت، تقویٰ و ورع، خدا ترسی، خلقت پروری، روحانیت و محاسنِ اخلاق، خیر اندیشی، فیض رسانی، پاکدامنی و حیا، تحمل و صبر، کفایت شعاری و راستبازی، عالی ہمتی و صلح پسندی، سچی محبت و ہمدردی، توکل بخدا اور رضا بالقضا وغیرہ وغیرہ عمدہ اخلاق و اعمال اور اعلیٰ و ارفع زندگیوں کے جو کچھ اور جتنے کچھ اور نیک اثرات اور نتائج موجود ہیں وہ سب انہی بزرگوں کے فیوض و برکات ہیں۔ یہ نفوسِ قدسیہ اپنے اپنے وقت پر آئے اور گذر گئے کیونکہ اس عالمِ فانی کی کوئی چیز ابدی نہیں۔ ان حضرات کی زندگیاں خواہ کتنی ہی مقدس اور معصوم ہوں تاہم وہ دوامِ بقا کی دولت سے سرفراز نہ تھیں کیونکہ ہر پیدا ہونے والے کے لئے مرنا ہے۔

کل نفس ذائقۃ الموت

لیکن کیا ہی خوش بخت و سعادت مند ہے وہ موت جو مقصدِ حیات کی تکمیل کے بعد آئے۔ یہی وہ قابلِ رشک موت ہے جس پر نفس شماری کی لاکھوں زندگیاں تصدق کی جا سکتی ہیں اور اسی موت میں حیاتِ ابدی کا بھید اور راز پوشیدہ ہے۔ محض خواب و خور اور تلذذ و تعیش کی زندگی ایک حیوانی زندگی اور کھیل و شغل کا سامان ہے

وما الحیوۃ الدنیا الا لھو ولعب
(الآیۃ)۔

یہ حضرات آنے والوں کی رہبری کے لئے جگہ جگہ اپنے نیک آثار اور نقشِ قدم چھوڑ گئے ہیں جو بزبانِ حال و قال پکار پکار کر یہ کہہ رہے ہوں گے:

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

طلبہ کرام کے لئے
بشارتِ عظمیٰ

امسال بفضلہ اللہ شوال ۱۴۰۱ھ سے مدرسہ عربیہ جامعہ قاسمیہ چوک منڈا ضلع مظفرگڑھ میں دورہ حدیث شریف کا اجراء ہو رہا ہے جس میں

- ولی کامل حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ مہتمم مدرسہ ہذا
- محقق العصر حضرت مولانا عبدالمجید صاحب فاروقی شیخ الحدیث و صدر مدرس مدرسہ ہذا۔
- جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب استاذ الحدیث مدرسہ ہذا
- فاضل اجل حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ڈیروی سابق صدر مدرس چوٹی زیریں اور دیگر محقق علماء کرام دورہ حدیث شریف کے اسباق پابندی کے ساتھ پڑھائیں گے۔

تعلیم کا افتتاح شیخ الحدیث حضرت الاستاذ مولانا علی محمد صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم کبیروالا فرمائیں گے

طلبہ کرام کو بہترین رہائش و خوراک کے علاوہ معقول وظائف دیے جائیں گے۔ اہلِ خیر اس کارِ خیر میں تعاون فرما کر سعادت حاصل کریں۔

اراکین مدرسہ جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام رجسٹرڈ
چوک منڈا ضلع مظفرگڑھ

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر
کا حوالہ ضرور دیں۔
(سید مظہر علی)